غم دیئے ہیں تو مسرت کے گہر بھی دینا
اے خدا تو مجھے جینے کا ہنر بھی دینا
اے شب و روز کے مالک مجھے اس دنیا میں
لیلۃ القدر کی مانند سحر بھی دینا
لفظ نکلیں جو زباں سے تو دلوں تک پہنچیں
میری تقریر میں کچھ ایسا اثر بھی دینا

منتخب تقاریر

حصہ اول

مرتب

عبدالسلام ابراہیم مارویالاجپوری
خادم مسجد قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

نام کتاب۔ منتخب تقاریر حصہ اول

مرتب۔ عبدالسلام ابراہیم مارویا لاجپوری

خادم۔ مسجد قبا، لندن

صفحات۔ ۲۴۸

مطبع۔

ناشر۔ مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت، انڈیا

سن طباعت۔

تعداد۔

کتاب ملنے کا پتہ

مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت

مولانا عبداللہ لاجپوری، موبائل: 9898926717

صالح کتاب سینٹر، نوساری، موبائل: 9824741280

عبدالسلام لاجپوری، لندن، موبائل: 07877937731

عنوانات	صفحہ نمبر

(۱) مقصد زندگی

(۲) مومنانہ صفات پیدا کیجئے

(۳) موجودہ دور نت نئے فتنوں کا دور ہے

(۴) دین معتبر ذرائع سے حاصل کیجئے

(۱۱) نکاح کے تعلق سے چند گزارشات

حرف اولیں

محترم قارئین! بندہ ۲۰۰۳ء سے شعبہ امامت سے منسلک ہے، دور حاضر میں امامت کے ساتھ خطابت کا تعلق تقریباً لازم و ملزوم ہے، بندہ اس دوران خطبات کی جو تیاری کرتا تھا اسے کاپی میں قلمبند کر لیتا تھا، اس طرح اچھا خاصہ مواد بندے کے پاس جمع ہو چکا ہے، کچھ احباب کو اس کا علم ہوا تو ان کا اصرار ہوا کہ میں اس کو کتابی شکل دیدوں تاکہ اس کا فائدہ صرف میری ذات تک ہی محدود نہ رہے، میں اس فرمائش کو ایک مدت تک ٹالتا رہا مگر بالآخر مجھے ان کے اصرار کے سامنے سرِ خم تسلیم کرنا پڑا، جو تقاریر سامعین کے سامنے کی تھی اس کو یہاں من وعن نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس میں بہت سی جگہ حذف و اضافہ سے کام لیا گیا ہے، امید ہے یہ علمی تحفہ شائقین کے لئے خالی از فائدہ نہیں ہوگا ۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

رکھنا آپ کو بندے کی لاج ہے
پیش خدمت اس کی کچھ معروضات ہے

ہو سکتا ہے آپ کو کتاب میں اغلاط نظر آئے، ایسا ہو تو برائے کرم اس سے بندے کو مطلع فرمائے احسان ہوگا، چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے، میرا شعر ہے کہ ۔

خطا سے پاک صرف خدا کی ذات ہے
بندے سے تو ہوتی رہتی خطا دن رات ہے

بعداز خطبہ

کل نفس ذائقة الموت،وانما توفون اجورکم یوم القیمة،فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز،وماالحیوة الدنیا الا متاع الغرور.

وقد ورد فی الحدیث

عن ابی سعید ن الخدریؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال،ان الدنیا حلوة خضرة وان الله مستخلفکم فیها فینظر کیف تعملون فاالتقو الدنیا واتقوا النساء(مسلم)

وعن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم(مسلم)

وعن انس بن مالکؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یتبع المیت ثلاثة فیرجع اثنان ویبقی معه واحد یتبعه اهله وماله وعمله فیرجع اهله وماله ویبقی عمله(متفق علیہ)

موت کا دھیان بھی ہر آن رہے

رہ کے دنیا میں بشر کو زیبا نہیں غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بھی بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آخرت کی کرنسی نیک اعمال ہے

بزرگان محترم! ہم جس ملک کا سفر کرتے ہیں وہاں کی کرنسی اپنے ساتھ لیکر جاتے ہیں، ہم سب کو آگے چل کر ایک سفر درپیش ہے جس کا نام سفر آخرت ہے، وہاں کی کرنسی نیک اعمال ہیں اور وہ ہمیں یہاں سے یعنی دنیا سے اپنے ساتھ لیکر جانا ہے، حدیث پاک میں ہے۔

وعن انس بن مالکؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يتبع الميت ثلاثة فيرجع اثنان ويبقى معه واحد يتبعه اهله وماله وعمله فيرجع اهله وماله ويبقى عمله (متفق علیہ)

مفہوم یہ ہے کہ انسان کے انتقال کے بعد تین چیزیں اس کے ساتھ جاتی ہیں، اہل، مال اور اعمال دو تو واپس چلے آتے ہیں یعنی اہل اور مال اور ایک اس کے ساتھ جاتا ہے اور وہ ہے نیک اعمال، میر انیس کی رباعی ہے۔

کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے
دولت گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

نیک اعمال کا فائدہ دنیا میں بھی پہنچتا ہے

نیک اعمال کا فائدہ آخرت میں تو ہونا ہی ہے، دنیا میں بھی اس کا فائدہ ہوتا ہے، بقول شاعر ؎

نیکی میں جس بشر کی جوانی گذر گئی
یہ سچ ہے اس کی ضعیفی سنور گئی

قرآن کریم میں اس کی ایک مثال سورۂ کہف میں موجود ہے، اور حدیث پاک میں اصحاب غار کا واقعہ اس جانب ہماری راہنمائی کرتا ہے، نیز حضرت حکیم بن حزامؓ کے ایک سوال کے جواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "**اسلمت علی ما اسلفت من الخیر**"، بھی اس جانب مشیر ہے، الغرض! نیک اعمال کی وجہ سے دنیا میں تو فائدہ ہوتا ہی ہے۔

پھر وہاں چین کی بنسی بجا

ویسے نیک اعمال کا اصل فائدہ آخرت میں پہنچے گا، خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎

دار دنیا کی سجاوٹ پر نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا
انہ قد فاز فوزا من نجا

پیش کرغافل عمل کوئی اگردفتر میں ہے

میدان محشر میں اعمال صالحہ کا سوال ہونا ہے،شاعرمشرق علامہ اقبالؒ کا شعر ہے ۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

نیز اقبال کہتے ہیں کہ ۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس

ابھی تن میں سانس جاری ہے، نیز اللہ تعالی نے صحت وتندرستی بھی عطا کر رکھی ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اپنے آپ کو نیک اعمال کا عادی بنانا چاہئے ،ورنہ ہوتا یہ ہے جس جانب آقا نے نشاندہی فرمائی کہ ’’**نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ** ،،آقا کتنے کریم ہے ہمیں ہر وہ چیز جو نیک اعمال میں رکاوٹ بن سکتی ہےاس سے آگاہ کر گئے ،ایک روایت کا مفہوم ہے فرمایا کہ

بادروا بالاعمال سبعا ھل تنتظرون الا فقرا منسیا،او غنی مطغیا،او مرضا مفسدا،او ھرما مفندا،او موتا مجھزا او الدجال

فشر غائب ینتظر او الساعة فاساعة ادھی و امر (ترمذی)

سات آفتوں کے آنے سے پہلے جلدی جلدی نیک اعمال کرلواور وہ سات آفتیں یہ ہیں۔

(۱)غافل کردینے والی غربت

(۲)سرکش بنادینے والی امیری

(۳)تباہ کردینے والے امراض

(۴)ایسا بڑھاپا جس سے عقل سٹھیا جائے

(۵)اچانک آنے والی موت

(۶)یا پھر دجال جیسی بدترین غائب چیز

(۷)یا پھر قیامت کا انتظار ہے؟

قیامت بڑی ہیبت ناک چیز ہے

قیامت تو بہت ہیبت ناک اورکڑوی چیز ہے، دیکھئے! قرآن کریم اس کی کیسی منظرکشی کرتا ہے،فرمایا''**یا ایھا الناس التقوا ربکم ان زلزلة الساعة شئی عظیم،یوم ترونھا تذھل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاری وما ھم بسکری ولکن عذاب اللہ شدید.**

ترجمہ۔اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی

چیز ہے،جس دن تم اسے دیکھو گے(تو یہ حالت ہوگی کہ)ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی،اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے،لیکن یہ کہ اللہ تعالی کا عذاب بڑا شدید ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا’’**فاذا جاء ت الصاخة.یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه،لکل المرئ منهم یومئذ شان یغنیه.**

ترجمہ۔پھر جب وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ آئے گی،اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے(دوسروں سے)بے پروا کردے گی۔

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار

لہذا ابھی ہمارے پاس وقت ہے،موقع ہے،مہلت ہے تو نیک اعمال کرلینا چاہیے،یہ زندگی دو بارہ نیک اعمال کرنے کے لئے ملنے والی نہیں ہے،قرآن کریم کہتا ہے’’**یا ایها الذین آمنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر الله ،ومن یفعل ذلک فاولئک هم الخٰسرون،وانفقوا من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت**

فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین،ولن یوخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا.

ترجمہ۔اے ایمان والو!تمہارے مال اورتمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جوایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں،اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ(ہماری راہ میں)خرچ کرلوکہ تم میں کسی کوموت آئے تو کہنے لگے،اے میرے رب!تونے مجھے تھوڑی مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہوجاتا،اور ہرگز اللہ کسی جان کومہلت نہ دے گا جب اس کا مقررہ وقت آجائے۔

بعد از خطبہ

ان الـذيـن يوذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة واعـد لهـم عـذابا مهينا،والذين يوء ذون المومنين والمومنات بغير مااكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثمامبينا.

ترجمہ۔ بیشک جوایذادیتے ہیں اللہ اوراس کے رسول کوان پر اللہ کی لعنت ہے دنیااورآخرت میں اوراللہ نے ان کے لئے ذلت کاعذاب تیارکررکھاہے،اور جوایمان والے مردوں اورعورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلاگناہ اپنے سرلیا۔

وقد ورد فى الحديث

عـن عبـد الـلـه بن عمروبن العاص عن النبى صلى الله عليه وسـلـم قـال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده،والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه(بخاری،والنسائی،وابوداود)

وفـى رواية الـمسـلـم مـن سـلـم الـمسـلـمـون من لسـانـه ويـده،والـمومن من امنه الناس على دمائهم واموالهم (ترمذی)**قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح**

ترجمہ۔مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

مسلمان (کامل) وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مومن (کامل) وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ سمجھیں۔

غم دیئے ہیں تو مسرت کے گہر بھی دینا
اے خدا تو مجھے جینے کا ہنر بھی دینا
اے شب و روز کے مالک مجھے اس دنیا میں
لیلۃ القدر کی مانند سحر بھی دینا
سن ذرا غور سے سن اے شجر سایہ فگن
جب ترے سائے میں پہنچوں تو ثمر بھی دینا
لفظ نکلیں جو زباں سے تو دلوں تک پہنچیں
میری تقریر میں کچھ ایسا اثر بھی دینا

فطرت مسلم سراپا شفقت است

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا شعر ہے۔

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہان دست و زبانش رحمت است

ترجمہ۔مسلمان کی فطرت سراپا شفقت ہے،اس کے ہاتھ اور زبان دنیا کے لئے باعث رحمت ہیں۔

بزرگان محترم! دین کے پانچ اہم شعبے ہیں ان میں سے ایک شعبہ ہے معاشرت، اسی کے تعلق سے آج کی مجلس میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا ہے، ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آقا کی زندگی ہمارے لئے ہر کام میں نمونہ ہے، قرآن کریم میں ہے ’’لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ،، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی کے تعلق سے روایت میں آتا ہے

عن انس بن مالکؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن سبابا ولا فحاشا ولا لعانا كان يقول لاحدنا عند المعتبة ماله ترب جبينه. (بخاری)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا گالی دینے والے، فحش گوئی کرنے والے اور لعنت بھیجنے والے نہ تھے، آپ ہم میں سے کسی کو غصے کے وقت صرف اتنا کہتے کہ اسے کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

ایک اور روایت میں ہے، حضرت عائشہؓ آقا کے ساتھ تشریف فرما تھیں، کچھ یہودی آقا کی خدمت میں آئے اور یوں سلام کیا ’’السام علیکم، ، السلام علیکم کی جگہ السام علیکم کہا جس کا مطلب ہے تم پر موت ہو، حضرت عائشہؓ نے جواباً کہا ’’**علیکم ولعنکم اللہ وغضب اللہ علیکم**، ، تمہارے اوپر ہو اور اللہ تعالی تم پر لعنت کرے، اور تم پر اللہ کا غضب ہو، ’’فقال رسول اللہ

مهلا یاعائشہؓ!علیک بالرفق و ایاک و العنف و الفحش.

اے عائشہؓ! جانے دو، نرمی اختیار کرو، نیز برے اخلاق اور بد گوئی سے بچو! عرض کیا، ''**قالت او لم تسمع ما قالوا**، ،آپ نے نہیں سنا جوانہوں نے کہا''**قال اولم تسمعی ما قلت رددت علیھم،فیستجاب لی فیھم ولا یستجاب لھم فی.**

فرمایا کہ کیاتم نے نہیں سنا جو میں نے کہا، میں نے وہی بات ان پر لوٹا دی، پس ان کے بارے میں میرے الفاظ شرف قبولیت حاصل کر گئے اور ان کے الفاظ میرے متعلق قبول نہیں ہوئے۔

روایت میں جن باتوں کا ذکر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گالی دینے والے فحش گوئی کرنے والے اور لعنت بھیجنے والے نہ تھے،آپ ہم میں سے کسی کو غصے کے وقت صرف اتنا کہتے کہ اسے کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو،مگر آج کا جو دور ہے اس میں یہ سب روحانی بیماریاں مسلمانوں میں موجود ہیں، نہ صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ سب بیماریاں ہم نے اپنے اندر شوق سے پال رکھی ہیں،مومن کی زندگی کن اوصاف حمیدہ کی حامل ہونی چاہیئے اس تعلق سے آقا کا ایک پیارا ارشاد بھی ہے۔

مومن کیسا ہوتا ہے اس کی کچھ تفصیل

ترمذی شریف میں ''**ابواب البر و الصلة**،، میں باب نمبر ۴۸ کا عنوان

ہے ''باب ما جاء فی اللعنة، ،اس کے تحت امام ترمذیؒ روایت لائے ہیں جو اس طرح ہے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی (حدیث نمبر ۱۹۷۴)

ترجمہ۔ مومن نہ طعنہ باز ہوتا ہے اور نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بد گوئی کرنے والا اور نہ بیہودہ باتیں کرنے والا ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں جو روحانی بیماریاں ہمارے اندر پائی جارہی ہیں ان میں ایک بیماری ہے ''طعنہ زنی، طعنہ دینا، یہ بیماری موبائل کے ذریعے بھی آج کل بہت عام ہورہی ہے اسٹیٹس پر رکھ کر اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یاد رکھے یہ عمل گناہ کبیرہ ہے۔

طنز آج ایک فن اور آرٹ بن گیا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ طنز آج ایک فن اور آرٹ بن گیا ہے (معاشرہ میں اس عمل کا رواج عام ہوگیا ہے، اور اب اسے گناہ نہیں سمجھا جارہا بلکہ ہنر سمجھا جاتا ہے، بولتے بھی ہیں کہ وات نی وات نے لات نی لات، اس سے بحث نہیں ہوتی کہ اس سے کسی کا دل ٹوٹے گا، کسی کا دل زخمی ہوگا) میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجیں

اور یہ سب اللہ کا دین لے کر آئے، کسی نبی کی زندگی میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی نبی نے اپنے مخالف کو یا کسی منکر کو طعنہ دیا ہو، یا طنز کیا ہو بلکہ جو بات دوسروں سے کہتے تھے وہ محبت اور خیر خواہی سے کہتے تھے تا کہ اس کے ذریعے سے دوسرے کی اصلاح ہو۔

نیز فرمایا کہ آج سے تقریباً تیس ۔بتیس سال پہلے کی بات ہے، میں اس وقت نیا نیا فارغ ہوا تھا، اس وقت ایوب خان کے دور میں جو عائلی قوانین نافذ ہوئے تھے ان کے خلاف میں نے ایک کتاب لکھی ،جن لوگوں نے ان قوانین کی حمایت کی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے اوران کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اس کتاب میں جگہ جگہ طنز کا انداز اختیار کیا تھا،اس وقت چونکہ مضمون نگاری کا شوق تھا، اس شوق میں بہت سے طنزیہ جملے اور طنزیہ فقرے لکھے اوراس پر بڑی خوشی ہوتی تھی کہ یہ بڑا اچھا جملہ چست کر دیا، جب وہ کتاب مکمل ہوگئی تو میں نے وہ کتاب حضرت والد صاحب کو سنائی ،تقریباً دوسو صفحات کی کتاب تھی، جب والد صاحب پوری کتاب سن چکے تو فرمایا کہ یہ بتاؤ،تم نے یہ کتاب کس مقصد کے لئے لکھی ہے؟ اگر اس مقصد کے لئے لکھی ہے کہ جو لوگ پہلے سے تمہارے ہم خیال ہیں وہ تمہاری اس کتاب کی تعریف کریں گے، واہ واہ! کیسا دندان شکن جواب دیا ہے،تو تم نے انشاء وبلاغت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب لکھی ہے۔

اگر یہ مقصد ہے کتاب لکھنے کا تو تمہاری یہ کتاب بہترین ہے،لیکن اس

صورت میں یہ دیکھ لیں کہ اس کتاب کی اللہ کے نزدیک کیا قیمت ہوگی؟ اور اگر کتاب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی غلطی پر ہے اس کتاب کے پڑھنے سے اس کی اصلاح ہو جائے، تو یاد رکھو! تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے ایسے آدمی کی اصلاح نہیں ہوگی بلکہ اس کتاب کو پڑھنے سے اس کے دل میں اور ضد پیدا ہو جائے گی، دیکھو! حضرات انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے انہوں نے دین کی دعوت دی اور کفر و شرک کا مقابلہ کیا لیکن ان میں سے ایک نبی بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے طنز کا راستہ اختیار کیا ہو۔

وبال

ہمارے معاشرہ میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جن کے ساتھ ہماری نہیں بنتی ہے ان کو ان کے سابقہ گناہ اور سابقہ لغزشات پر جن سے وہ توبہ کر چکا ہے طعنہ زنی کی جاتی ہے، تو سنئے! اس تعلق سے آقا کا ارشاد ہے، فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلائے اور اس گناہ کا طعنہ دے جس گناہ سے وہ توبہ کر چکا ہے تو طعنہ دینے والا اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہیں ہو جائے گا۔

روایت کے الفاظ ہے

عن خالد بن معدان عن معاذ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير اخاه بذنب لم يمت حتى يعمله يعنى من ذنب قد

تاب منه(ترمذی)

قابل عبرت واقعہ

امام محمد بن سیرین جوخواب کی تعبیر میں اپنا ایک الگ مقام رکھتے تھے،ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے،وطن مالوف کو چھوڑ کر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے،آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے غلطی سے ایک شخص کو غربت کا طعنہ دیا اللہ تعالی نے مجھے خود غریب بنا دیا،اور میں ایک عورت کا مقروض ہو گیا، میں نے اس سے قرض لیکر زیتون کے تیل کا کاروبار شروع کیا، زیتون کے ڈبے سے مرا ہوا چوہا نکلا، میں نے سارا زیتون ضائع کر دیا ادھر عورت نے مجھ سے پیسوں کا مطالبہ شروع کر دیا، بات عدالت میں گئی میرے پاس پیسے نہ تھے،قاضی نے جیل بھیج دیا جیل انچارج مجھے جانتا تھا، کہنے لگا حضرت! مجھے شرم آتی ہے آپ کو جیل میں رکھوں ایسا کرے آپ دن کو جیل میں رہا کریں اور رات کو گھر جا کر سو جایا کریں،آپ نے فرمایا یہ تو امانت میں خیانت ہے،عدالت نے مجھے دن رات دونوں قید خانے میں گذارنے کے لئے جیل بھیجا ہے،انہیں دنوں حضرت انسؓ کا انتقال ہوا،خلیفہ وقت جنازے پر حاضر تھا مگر جنازہ تیار نہ تھا کیونکہ حضرت انسؓ نے غسل کی وصیت ابن سیرینؒ کے نام کی تھی کہ ابن سیرین مجھے غسل دیں اور آپ جیل میں تھے،خلیفہ نے آپ کی رہائی کا حکم دیا،اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خلیفہ جیل سے نکالنے کا مجاز نہیں، مجھے جس عورت نے جیل بھجوایا ہے وہ اجازت

دے گی تو میں باہر آؤں گا، چنانچہ عورت نے اجازت دی تب آپ باہر آئے، جیل سے باہر آ کر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو کسی کو طعنہ دے گا مرنے سے پہلے وہ خود اس عیب میں مبتلا ہوگا، میں نے ایک بندے کو طعنہ دیا تھا اس کی غربت پر اس کی پاداش میں اللہ نے مجھے مقروض کر دیا۔

مذمت قرآنی

اس گناہ کے تعلق سے قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتے ہیں ''**ویل لکل همزة لمزة**،،

ترجمہ۔ بڑی ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے ہیں۔

نیز سورۃ القلم میں جہنمی مغرور قسم کے شخص کی جو نشانیاں بیان ہوئی ہیں وہ اس طرح ہے، فرمایا کہ ''**هماز مشاء بنميم**،،

ترجمہ۔ بہت طعنہ دینے والا چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے، طعنہ دینا غرور کی نشانی ہے اور اللہ تعالی کو غرور سخت ناپسند ہے۔

بزرگان محترم! میں نے شروع میں جو آیات کریمہ تلاوت کیں تھیں۔

ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا، والذين يوء ذون المومنين والمومنات بغير مااكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثمامبينا.

اس کے تحت علامہ اسماعیل حقی نے ایک بہت اچھا نکتہ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایمان والوں کواذیت دینے کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کے ساتھ ہوا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کواذیت دینے کا ذکر اللہ تعالی کواذیت دینے کے ساتھ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کواذیت دینا گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کواذیت دینا ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کواذیت دینا گویا کہ اللہ تعالی کواذیت دینا ہے، تو جس طرح اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کواذیت دینے والا دنیا وآخرت میں لعنت کا مستحق ہے اسی طرح ایمان والوں کواذیت دینے والا بھی دونوں جہاں میں لعنت ورسوائی کا حقدار ہے (روح البیان)

بعد از خطبہ

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون.

ترجمہ۔اور یہ کہتے ہیں کہ بس اس دنیا کی زندگی کے بعد اور کوئی زندگی نہیں ہے ہم یہیں مرتے اور یہیں جیتے ہیں اور گردش زمانہ کے سوا ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمیں ہلاک کردے، دراصل اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے، یہ محض گمان کی بنا پر باتیں کر رہے ہیں۔

حیرت میں سب کو ڈالنے والا ہے وہ
پتھر میں کیڑا پالنے والا ہے وہ
پنہاں ہیں اس کی صفتیں سب ناموں میں
ننیانوے موتیوں کی اک مالا ہے وہ
آسودہ ہیں اس کی چھاؤں میں سب راہی
ٹھٹھرے ہوئے جسموں کا دو شالا ہے وہ
وہ لاتعداد جہانوں کا ہے خالق
ہے اک مگر سب کا رکھوالا ہے وہ
سب کے سب ریت کے ذرے اس کے آگے
صحرا میں تنہا اک گل لالہ ہے وہ

اسود میں اس کا نور ہے روشن ورنہ
اک پتھر ہے اور رنگ میں کالا ہے وہ

دور حاضر فتنوں کا دور ہے

بزرگان محترم! دور حاضر فتنوں کا دور ہے، قسم قسم کے نت نئے فتنے میڈیا، سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور پھیل رہے ہیں، ان میں ایک خاص فتنہ جو آہستہ آہستہ معاشرہ میں پنپنے لگا ہے وہ ہے الحاد وارتداد کا فتنہ، اول کچھ الفاظ کا معنی ومفہوم سمجھ لیتے ہیں۔

(۱) ارتداد یعنی مرتد ہونا، جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرتا ہے (اگر اسلامی حکومت ہو تو) اس کا حکم یہ ہے کہ دوبارہ اسلام کی طرف بلایا جائے گا اور تین دن قید میں رکھ کر اس کے شبہات کو دور کیا جائے گا، اگر وہ تین دن کے اندر اسلام قبول کر لیتا ہے تو آزاد کر دیا جائے گا، ورنہ بصورت دیگر اس کو قتل کیا جائے گا، ہاں! اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اسلام قبول کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔

(۲) زندیق۔ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنے کفر پر پردہ ڈال کر اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے غلط عقائد کی اشاعت کرتا ہے اور ان غلط عقائد کو صحیح قرار دیتا ہے، زندیق کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا (اگر اسلامی حکومت ہو) ہاں اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا، یہ حکم پکڑے

جانے سے پہلے کا ہے۔

(۳)ملحد۔ وہ شخص کہلاتا ہے جو قرآن کریم کی آیات میں معنوی تحریف کرتا ہے اور اس کا غلط معنی بیان کرتا ہے، اور دین اسلام کو چھوڑ کر غلط راہ اختیار کرتا ہے، جبکہ جدید اصطلاح میں دہریوں کو ملحد کہا جاتا ہے جو کہ کائنات کے بنانے والے کا انکار کرتا ہے، اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر ملحد ہو جائے تو اس کا حکم مرتد والا ہوگا، اور اگر شروع ہی سے ملحد ہو یا کسی اور مذہب کو چھوڑ کر ملحد ہو جائے تو اس کا حکم عام کافر والا ہوگا جس کو قتل کیا جائے گا (اگر اسلامی حکومت ہو)

الحاد کا وجود پہلے بھی تھا، ملحد ہر دور میں رہے ہیں مگر موجودہ دور میں جس طرح اس کی تشہیر ہو رہی ہے اور منظّم طریقے سے اس کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے وہ پہلے نہیں تھا، تشہیر اور دیگر لوازمات کے نتیجے میں یہ فتنہ ہمارے معاشرہ میں بھی پنپنے لگا ہے اور ہماری ذریت کو اپنے شکنجے میں جکڑنے لگا ہے، یہ فتنہ دھیرے دھیرے خوب پاؤں پسار رہا ہے، چنانچہ عربی کی ایک مشہور ویب سائٹ www.alukah.com (پر یہ ایک امریکی ادارہ کی ویب سائٹ ہے) میں سروے رپورٹ شائع ہوئی تھی جس میں یہ تناسب نکالا گیا تھا کہ دنیا میں کس مذہب کے ماننے والوں کا کتنا تناسب ہے اور الحاد و دہریت اور لادینیت کا نظریہ رکھنے والوں کی تعداد کتنی ہیں؟ اس میں بتایا گیا تھا کہ عیسائیت کے ماننے والے 31.5 یعنی ۲۲۰ کروڑ ہے، اسلام کے ماننے والے 23 فیصد یعنی ایک سو ساٹھ کروڑ

ہیں، یہودیت کے ماننے والے 14.2 ملین ،اس کے بعد ہندو، بودھ،اور دیگر مذاہب کے ماننے والے ہیں جوتقریباً تیس فیصد ہیں اورملحدین کا تناسب سولہ فیصد ہے جن کی تعداد ایک سوبیس کروڑ ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ ملحد چین میں ہے، بعدہ فرانس میں اس کے بعد امریکہ میں اور پھر نمبر ہے جاپان کا ،تو الحاد، دہریت، لادینیت دنیا کا تیسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے، پہلے اس کی تبلیغ نہیں کی جاتی تھی ،اب باقاعدہ اس کی تبلیغ کی جاتی ہے اس کو پڑھایا جارہا ہے۔

دہریت ،ملحدیت کیا ہے؟

دہریے اور ملحدین کا نظریہ یہ ہے کہ اس کائنات کا اور ہمارا کوئی خالق نہیں ہے، یہ خود سے ایک دھماکہ سے وجود میں آئی ہے۔

ان کا دوسرا نظریہ نظریۂ ارتقاء ہے، یہ ڈارون کا نظریہ ہے، ۱۸۵۹ء میں اس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا اس کے مطابق جن جسموں میں جان ہے،روح ہے جاندار ہے اپنی بقا کے لئے خود کو ماحول کے مطابق تبدیل کر لیتے ہیں،اس نے انسان کی بات نہیں کی تھی مگر اس کا نظریہ جاندار شئے پہ لاگو ہوتا ہے بشمول بنی نوع انسان کے،وہ کہتا ہے تمام جاندار اپنی ہیئیت کو تبدیل کرتے رہتے ہیں اپنے اطراف کے ماحول میں زندہ رہنے کے لئے ،مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ بعض پانی کے جانور کروڑوں سال پہلے چرندے تھے مگر کسی وجہ سے ان کو اپنی زندگی طویل

عرصہ تک پانی میں گذارنی پڑی تو ان کے پاؤں غائب ہوگئے اور وہ مچھلی کی طرح شکل اختیار کر گئے، اسی طرح مچھلیوں کو جب زمین پر زندگی گذارنی پڑی تو ان کے پاؤں نکل آئے اور ان کی شکل پہلے مگر مچھ اور پھر بعد میں دیگر جانوروں کی سی ہوگئی، یعنی اپنی بقا کے لئے انہوں نے خود جنس تبدیل کر لی۔

انسان

ان کا نظریہ انسانوں کو لیکر یہ ہے کہ انسان بھی بن مانس کے پیدا ہوا، بن مانس کی نسل سے پیدا ہوا جو اپنے ماحول کی وجہ سے تبدیل ہو کر ویسا ہو گیا جیسا آج ہے۔

کیسے تبدیل ہوا؟

ان سے پوچھو انسان کیسے تبدیل ہوا تو کہتے ہیں کہ اول بندر ہوا پھر چمپانجی ہوا دھیرے دھیرے دم غائب ہوئی نیز اور بھی تغیرات ہوئے اور اس طرح ہوتے ہوتے موجودہ شکل میں آ گیا، اکبر الہ آبادی نے اس پر خوب چوٹ کی ہے، کہتے ہیں ؎

ڈارون کے اس کلچر کا سبق ہے اب تک
وہی بندر وہی لنگور چلا جاتا ہے
ڈارون صاحب حقیقت سے بہت دور تھے
میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

عوض قرآن کے اب ہے ڈارون کا ذکر یاروں میں
جہاں تھے حضرت آدم وہاں بندر اچھلتے ہیں
فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے سرا ملتا نہیں
اہل ظاہر جس قدر چاہیں کریں بحث و جدال
میں یہ سمجھا ہوں خودی میں تو خدا ملتا نہیں

اکبر نے ان کا خوب جواب دیا ہے، نیز علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے اشعار میں ان کی خوب پکڑ کی ہے۔

کائنات کا انجام کیا ہے؟

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندیؒ کے خطبات میں ہے، حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امریکہ میں ایک سائنس میوزیم دیکھ رہے تھے، وہاں ایک سوال لکھا تھا کہ what is the fate of universe? کائنات کا انجام کیا ہے؟ یہ سوال پڑھ کر مجھے ذرا حیرت ہوئی کہ دیکھنا چاہئے کہ یہ لوگ اس کا جواب کیا دیتے ہیں، تو وہاں کے سائنسدانوں نے یہ کہا کہ اصل میں جب کائنات بنی تو ایک دھماکہ ہوا، اس دھماکے کو سائنسدان big bang (بگ بینگ) کہتے ہیں اور اس تھیوری کا نام ہے بگ بینگ تھیوڑی اور ہم کہتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ تعالی کے حکم سے قائم ہوئی، فرمایا ''انما امرہ اذا اراد

شیئا ان یقول له کن فیکون ،،اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، بس وہ ہو جاتی ہے۔

وہ لوگ چونکہ دہریے ہوتے ہیں اس لئے ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، وہ کہتے ہیں کہ دھماکہ ہوا اور اس کی وجہ سے یہ کائنات وجود میں آ گئی، بہر حال! یہاں تک تو بات ٹھیک ہے کہ دھماکے کے ساتھ کائنات وجود میں آئی اور پھر اس نے پھیلنا شروع کردیا، کائنات کے پھیلنے کا تصور قرآن پاک سے بھی ثابت ہے، فرمایا ''**والسماء بنینها باید وانا لموسعون** ،،اور آسمان کو ہم نے قوت سے بنایا ہے اور ہم یقیناً وسعت پیدا کرنے والے ہیں، سائنسدان یہ مانتے ہیں کہ کائنات وسیع ہوتی چلی جارہی ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ یہ ایک دوسرے سے دور جانے والی چیزیں کہیں جا کر بیلنس ہوگا تو رکیں گی اور رکنے کے بعد یہ مرکز کی طرف واپس کھنچیں گی، جیسے کوئی ربڑ ہوتا ہے اس کو کھینچا جائے تو چھوڑنے پر وہ واپس اپنے مرکز کی طرف لوٹتا ہے، اسی طرح جو چیزیں پھیل رہی ہیں ایک وقت آئے گا کہ یہ کھنچیں گی اور واپس مرکز کی طرف آئے گی، اور جب مرکز کی طرف آئیں گی تو یہ آپس میں ٹکرائیں گی اور ایک نیا دھماکہ ہوگا اس کو An other big bang is the fate of universe? ایک اور بڑا دھماکہ ہوگا جس کے بعد کائنات کا انجام (اینڈ) ہو جائے گا، تو جو شریعت نے کہا گویا سائنسدان اسی کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک دھماکہ ہوگا اور اس کے بعد یہ

کائنات برباد ہو جائے گی۔

مسلمان کا ایمان

ہم بحمد اللہ مسلمان ہیں، ہمارا ایمان قرآن پر ہے، قرآن کریم نے اس مسئلے کو کھول کر بیان کر دیا ہے، ہمیں اسی پر بھروسہ کرنا ہے اسی پر ایمان رکھنا ہے، دنیا چاہے جو کہتی رہے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو بالکل اسی حلیے میں بنایا ہے جس میں آج وہ موجود ہے، دہریوں کے پاس اپنے اس نظریے کا کوئی جواب نہیں ہے، ارتقاء کے حامی اب بھی اس بات کا جواب نہیں دے سکتے کہ بیگ بینگ سے کائنات وجود میں آئی تو اس میں جاندار مادہ کوئی تھا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں وہ بغلیں جھانکنے لگتے ہیں اور اوٹ پٹانگ باتیں بکنے لگتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کسی کیمیائی عمل سے ایسا ہوا، ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر سائنس کسی انسان کو وجود کیوں نہیں دیتی؟ جواب ندارد، **فبھت الذی کفر**۔

مذہب مخالف بل کہاں سے ملتا ہے؟

مذہب مخالف اور خدائی وجود کے انکار کو بل کہاں سے ملتا ہے اس کی مختلف وجوہات اور اسباب ہیں ان میں ایک سبب یہ ہے؟ یہ بات کسی مولوی نے نہیں بلکہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے پڑھے فرد سے یعنی اقبال سے اور انگریزوں کے زمانے میں اونچے سرکاری عہدے پر فائز رہے فرد یعنی اکبر الہ آبادی سے سنئے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

اور اکبر الہ آبادی کہتے ہیں ۔

نظر ان کی رہی کالج کے بس علمی فوائد پر
گرائیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

ایک بات یہ بھی یاد رکھئے ،اکبر الہ آبادی جدید تعلیم کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ اس کے جو سائیڈ افیکٹ ہیں اس کے مخالف تھے اور وہ سائیڈ افیکٹ ہے مذہب بیزاری ،معبود حقیقی کا انکار ،ورنہ تو وہ خود دنیوی فنون حاصل کئے ہوئے تھے اور اپنے بیٹے کو بھی حصول تعلیم کے لئے برطانیہ بھیجا تھا ،ان کا کہنے کا جو مقصد ہے وہ صرف یہ تھا جس کو وہ خود ایک جگہ بیان کرتے ہیں کہ ۔

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو

لیکن یہ سخن بندۂ ناچیز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اولاً اکبر سرسید کے علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کے معترف نہیں تھے بوجوہ مگر بعد میں معترف ہو گئے تھے اور کہا تھا۔

سید صاحب سکھا گئے ہیں جو شعور
کہتا نہیں میں تم رہو اس سے نفور
سوتوں کو جگا دیا انہوں نے لیکن
اللہ کا نام لے کے اٹھنا ہے ضرور

اکبر کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اپنی حقیقت اور اپنی تہذیب کو نہ بھولو، اپنے ماں باپ اور بڑوں کا ادب ولحاظ کرو، اگر ان علوم سے ان باتوں پر زد پڑ رہی ہو تو پھر وہ کہتے ہیں کہ۔

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جنہیں پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اللہ والوں کا دامن پکڑے رہو

جدید علوم کے سائیڈ افیکٹ یعنی الحاد سے بچنا ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ اکبر کہتے ہیں کہ اللہ والوں کا دامن پکڑنا ہوگا، وہ کہتے ہیں۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پید

اور علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ ۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور اکبر الہ آبادیؒ کہتے ہیں ۔

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی خواہش بھی سنئے، بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوکر یوں دعا کرتے ہیں کہ ۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرۂ لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولی مجھے صاحب جنوں کر

صحبت بد سے بچیئے

دوسری چیز خود بھی اس کا اہتمام کرے اور اپنی اولاد کو بھی سکھائے اور

سمجھائے کہ اچھی اور نیک صحبت اختیار کرے، جیسے اوپر ذکر کیا کہ نیک صحبت کا اثر ہوتا ہے ویسے ہی صحبت بد کا بھی اپنا ایک اثر ہوتا ہے بلکہ بہت جلد ہوتا ہے، کہاوت ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، صحبت بد ایسی چیز ہے کہ انبیاء کے گھرانے میں بھی اثر انداز ہوتی ہے، شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ؎

پسر نوح با بداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد
صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

فارسی کا ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

دور باش از صحبت اھل فساد
کاورد سستی بدین و اعتقاد
چوں گل سوری حریف خار شد
عاقبت دیدی جزایش نار شد
تاتوانی صحبت نیکاں گزیں
کاب را نالہ بود از ہمنشیں

ترجمہ۔ برے لوگوں کی صحبت سے دور رہو جو دین اور عقیدے میں سستی کا سبب بنتے ہیں، مخالف شامی پھول جب کانٹا بن گیا تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس کی سزا سخت تھی، جب تک صالحین کی صحبت میں نہ رہو، ہمارے پڑوسیوں سے دریا کی آواز سنائی دی۔

اہم انتباہ

دور حاضر میں اب سوشل میڈیا سے بچنا تو تقریباً ناممکن ہے، ان میں بھی ان طلبہ کا جو دنیوی فنون حاصل کر رہے ہیں، اس لئے ان سے گزارش کرنا بلکہ ان کے ذہن نشین کرنا ہے کہ ایسے پروگرام اور ایسی ویب سائٹ کو یوز نہ کیا جائے، نہ دیکھا جائے، نہ سنا جائے اور نہ ان کی تحریرات کو پڑھا جائے جن میں مذہب مخالف مواد ہو، ذات کبریائی کا انکار ہو، شکوک وشبہات سے بھری باتیں ہوں۔

بچپن سے ہی عقائد کی زمین کو پختہ کیجئے

بچپن میں بچوں کو دین کی بنیادی تعلیم ضرور دلوائی جائے تاکہ بچپن سے ان کے ذہن و دماغ اور قلب میں عقائد راسخ ہو جائے، خاص کر پنچ کلمہ مع ایمان مجمل وایمان مفصل اور مسنون دعائیں اور سورۂ فاتحہ سمیت آخری دس سورتیں اور اذان واقامت کا ترجمہ ان کو یاد کرادیا جائے۔

نیز بچوں کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہیں کہ وہ راہ مستقیم پر گامزن رہیں اور ہم خود بھی، اقبال کی مناجات کے اس حصہ کو (قدرے تغیر کے ساتھ)

ہمیشہ دعا کا جز اور حصہ بنا لیجئے۔

مرے اللہ! برائی سے بچانا ہم کو
نیک جو راہ ہو اس راہ پہ چلانا ہم کو

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ

میں اپنی گفتگو مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کے ایک کلام پر ختم کرتا ہوں۔

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

تشریح۔اللہ تعالی کا وجود کامل اس کائنات کے آغاز سے ہے اوراس کے اختتام کے بعد بھی قائم رہے گا، ہر شئے فنا ہو جائے گی اگر کوئی چیز ہمیشہ باقی رہے گی تو وہ اے اللہ تیری ذات، تیری قدرت کا جلوہ اور شان وشوکت ہے۔

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پر چھا رہا ہے رعب کمال تیرا

اے اللہ! تیرے حسن و جمال کا رعب و دبدبہ اس قدر شان والا ہے کہ ہر کوئی اس سے مرعوب ہو جاتا ہے، وہ لوگ جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں جب تیری قدرت کے جلووں کا نظارہ کرتے ہیں تو حیرت کے سمندروں میں ڈوب جاتے ہیں، اور کفار جو تیرا انکار کرتے ہیں تیری خدائی کو دیکھ کر ان پر بیہوشی کی حالت

طاری ہو جاتی ہے۔

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں
لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا

اگرچہ اس دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو تیری حکم عدولی کرتے ہیں تیرے نافرمان ہیں اور تیرے ذکر سے غافل ہیں، لیکن ان کے دلوں سے تیری یاد نہیں جاتی، جب بھی یہ لوگ کسی مشکل میں ہوتے ہیں تو اے اللہ! تجھے یاد کرتے ہیں۔

پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی
پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا

اے اللہ! تیری بادشاہت پوری کائنات پر پھیلی ہوئی ہے، چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لیکر کہکشاؤں کی بلندیوں تک تیری نظر ہے، تو ہم سب کے دلوں کے حالات تک جانتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی برائی کرنے والا تیری پکڑ تیری گرفت اور تیری نظروں سے بچ سکتے، تو ہماری شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، ہر ایک چیز پر اے خدا تیری گرفت مضبوط ہے۔

ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

اے اللہ! تو بہت بلند شان والا ہے، تیری عظمت اور شان و شوکت کے

جلووں کو جس نے پہچان لیا اس کی نظروں میں اب دنیا کی کوئی بھی قیمتی چیز کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اللہ کی ذات بہت بلند شان والی ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے، وہ بہت عظیم ہے۔

دل ہو کہ جان تجھ سے کیوں کر عزیز رکھے
دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا

اے اللہ! تو ہمیں دل و جان سے بھی زیادہ پیارا ہے، زندگی تیری ہی دی ہوئی ہے، دل کی دھڑکنیں تیری عطا کردہ ہیں، اگر تیری راہ میں ہماری جان کی ضرورت پڑے گی تو ہم بلا جھجک قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

بیگانگی میں حالی یہ رنگ آشنائی
سن سن کے سر دھنیں گے حال اہل قال تیرا

اے اللہ! تیرا ذکر اتنا دلکش ہے کہ صرف اسی سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے، جو لوگ تیری یاد سے غافل ہیں اور تجھ سے بے تعلق ہیں، جب ان کے سامنے تیرا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں میں تیری محبت جاگتی ہے، اے اللہ! جب بھی کسی محفل میں تیری حمد پڑھی جاتی ہے، تیرا ذکر کیا جاتا ہے، سننے والوں پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ تیری تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بعداز خطبہ

تہذیب نو جسے تم کہتے ہو اس سے اکبر
دنیا بگڑ رہی ہے اب یا سنور رہی ہے
نقشوں کو تم نہ جانچوں لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا ہو رہا ہے آخر کیسی گذر رہی ہے
دل میں خوشی بہت ہے یا رنج و تردد
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

دین سیکھنا انتہائی نازک معاملہ ہے

قرائن کہہ رہے ہیں آرہا ہے دور فتنوں کا
ہوائیں وہ چلیں گی نقش مٹ جائے گا کتنوں کا

بزرگان محترم! دین سیکھنا انتہائی نازک معاملہ ہے، اس میں جس قدر بھی احتیاط برتی جائے کم ہے، مسلم، دارمی، ابن عبدالبر اور خطیب نے لکھا ہے۔

قال محمد بن سیرین، ومالک، وابن المبارک وخلائق من السلف اِنّ ھذا العلمَ دین فانظروا عمن تاخذون دینکم.

ابن سیرین، مالک، ابن المبارک اور کثیر علمائے سلف نے کہا ہے کہ یہ علم حدیث دین کا ایک حصہ ہے، لہذا تمہیں غور کرنا چاہئے کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کررہے ہو۔

لہذا دین سیکھنے، درس و بیان میں شرکت اور دینی مسئلہ پوچھنے سے پہلے اس کے عقائد ونظریات کی درستی کا اطمینان کر لینا چاہیئے، مگر آج کل اس کا خیال بالکل نہیں رکھا جارہا کہ جس سے ہم دین سیکھ رہے ہیں، مسئلہ معلوم کر رہے ہیں اس کا تعلق اہل السنۃ والجماعت سے ہے یا نہیں، جیسے ہم اپنا جسمانی علاج کروانے سے پہلے تحقیق کرتے ہیں یہاں اس سے زیادہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار سے زیادہ مشائخ سے علم سیکھا، ان سب کا عقیدہ یہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، میں نے ان سے حدیث لکھی ہی نہیں جن کا عقیدہ یہ تھا کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے۔

حضرت عمرؓ کو خود آقا نے تورات پڑھنے سے منع کردیا تھا، کیوں؟ وہ تحریف شدہ ہے۔

دین میں سند کا ایک مقام ہے

اسی لئے صحابہ اور محدثین صحیح سند اور عالی سند کے لئے کہ دین مستند طریقے سے حاصل ہو میلوں کا سفر کرتے تھے، مگر آج کل ہر شخص نیٹ پر بیٹھ کر بلا کسی تحقیق کے کہ جس کو میں سن رہا ہوں، پڑھ رہا ہوں، یا پوچھ رہا ہوں وہ کون ہے؟ اس کے عقائد کیا ہے؟ اس کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا، جب ان کو اس عمل سے منع کیا جاتا ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ بات دیکھو، بات کرنے والے کو نہ دیکھو (یہ بات ایک حد تک اور ایک درجہ میں صحیح ہے، مگر یہ کوئی ماسٹر کی نہیں ہے کہ اس کا

استعمال ہر جگہ کیا جائے)اگر ایسا ہوتا تو پھر دین میں سند کی حیثیت ختم ہوجاتی حالانکہ سند دین کی بنیاد ہے،ابن سیرین کا قول ہے

الاسناد من الدین،ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء

سند دین میں سے ہے،اگر سند نہ ہوتو پھر جو جس کا جی چاہے کہے گا۔

اگر دین میں سند نکال دیا جائے تو سارا دین مشکوک ہوجاتا ہے،اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں سند کا علم ہے،آیات قرآنیہ ہوں،حدیث ہوں،سند چیک کی جاتی ہے،اسماء الرجال کے نام سے ایک شاندار فن میں جمع کردیا ہے جن کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ ہے،اس میں ہرراوی کا مکمل ریکارڈ موجود ہے مثلاً نام،لقب،نسب نامہ،جائے پیدائش،علاقہ،خاندان،اساتذہ ومشائخ اس کے علمی سفر شاگردوں کی تعداد اس کی علمی خدمات راوی کی تصانیف اور معاصر علماء کی اس کے متعلق آراء حتی کہ اس کا منہج اس کا جائے وفات سب تفصیلات موجود تو ہمارے اکابران تمام چیزوں کا اہتمام کرتے تھے۔

شیخ ابن عثیمن فرماتے تھے کہ علم حاصل کرنے کے دو ذریعے ہیں،دو طریقے ہیں (۱)علم راسخ اور باکردار علماء سے سیکھنا چاہئے،اس طریقے سے بندہ بہت سے فتنوں سے بچ جاتا ہے مثلاً دین کی غلط تعبیر کرے،ناقص معلومات اور گم راہ ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

(۲)دین کو ثقہ اور ممتاز علماء سے لیا جائے جو علماء علم و عمل میں

معروف، امانتدار سلف کے طریق پر چلنے والے اور جزوی مسائل میں معتدل موقف رکھنے والے اور بدعات وخرافات سے بچنے والے ہوں۔

خدائی انتظام ہوتے ہیں

مولانا الطاف حسین حالیؒ نے لکھا ہے کہ کیسے دینی علم کی حفاظت کے خدائی انتظام ہوتے ہیں (یا کہہ لیجئے کہ ہوئے ہیں) کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوٹا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

ابن تیمیہ کا ملفوظ

انما یفسد الدنیا ثلاثة انصاف نصف فقیه، نصف طبیب، نصف نحوی، فنصف الفقیه یفسد الدین، ونصف الطبیب یفسد الابدان، ونصف النحوی یفسد اللسان.

فرمایا کہ دنیا کو تین ادھورے لوگ خراب کر دیتے ہیں (۱) نصف فقیہ (۲) نصف حکیم (۳) نصف نحوی

نصف فقیہ دین کو خراب کر دیتا ہے، نصف حکیم جسم کو خراب کر دیتا ہے، جبکہ نیم نحوی زبان کو خراب کر دیتا ہے، ہماری طرف بھی کہا جاتا ہے کہ ''نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرۂ ایمان،،۔

اس پر مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بیان کردہ ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں، فرمایا کہ ملا بننا، نیم ملا نہ بننا، مولوی صحیح بننا، ادھورا مولوی نہ بننا، حکیم ادھورا رہ جائے تو لوگوں کی جانیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں، پھر قبرستان آباد ہوتے ہیں اور آبادیاں ویران ہوتی ہیں، اور اگر ملا ادھورا رہ جائے تو لوگوں کے ایمان، اعمال اور اخلاق خراب ہوتے ہیں، مولانا رومؒ نے مثنوی میں بہت سے سبق آموز واقعات لکھے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ عرض کرتا ہوں، پرانے زمانے میں جب چھاپہ خانے نہیں ہوتے تھے تو کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں، قرآن مجید بھی ہاتھ سے لکھے جاتے تھے، لوگ پڑھنے کے لئے کسی کاتب سے نسخہ لکھوا لیتے تھے، ایک صاحب کو قرآن مجید کی ضرورت پڑی تو کسی کاتب سے کہا کہ مجھے ایک قرآن مجید لکھ دو، اس نے کہا ٹھیک ہے لکھ دوں گا، مدت طے کر دی کہ دو تین مہینے میں لکھ دوں گا، لہذا اس نے دوسرے نسخے سے دیکھ کر لکھ کر مکمل کر لیا، جب وہ آدمی کاتب کے پاس نیا نسخہ لینے کے لئے گیا تو اس سے پوچھا کہ دھیان سے لکھا ہے، کاتب نے کہا جی دھیان سے لکھا ہے، پوچھا نظر ثانی کر لی ہے؟ کہا، ہاں جی کر لی ہے، غلطیاں چیک کر لی ہیں، کوئی غلطی رہ تو نہیں گئی؟ کاتب

نے کہا کہ میں نے بڑی توجہ سے لکھا ہے،اور بڑی محنت اور کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو لیکن جس قرآن پاک کو دیکھ کر میں نے یہ نسخہ لکھا ہے،اس میں دو تین غلطیاں تھیں،وہ میں نے صحیح کردی ہیں،اس آدمی نے پوچھا وہ کون سی غلطیاں تھیں؟ کاتب نے کہا کہ قرآن میں لکھا ہوا تھا''**وعصی آدم ربه فغوی**''،تو میں نے سوچا کہ عصا حضرت آدم علیہ السلام کا تو نہیں تھا،اس لئے میں نے اسے ٹھیک کر کے لکھ دیا''**وعصی موسی ربه فغوی**''،دوسری غلطی اس نسخہ میں یہ تھی کہ اس میں لکھا ہوا تھا''**ولقد نادانانوح**''،میں نے سوچا کہ نوح علیہ السلام تو اللہ کے پیغمبر تھے اور پیغمبر نادان نہیں ہوتا وہ تو عقلمند اور دانا ہوتا ہے تو میں نے اس کو لکھ دیا''**ولقد دانا نانوح**''،اس قرآن میں تیسری جگہ لکھا ہوا تھا''**خر موسی صعقا**''،میں نے سوچا کہ خر حضرت موسی علیہ السلام کا تو نہیں تھا،خر تو حضرت عیسی علیہ السلام کا تھا،خر عیسی مشہور ہے،تو وہ غلطی بھی میں نے ٹھیک کردی اور''**خر عیسی صعقا**''،لکھ دیا''،اس کے بعد کاتب نے کہا کہ ایک غلطی بہت زیادہ مرتبہ دہرائی گئی تھی کہ اس میں جگہ جگہ شیطان اور فرعون کا نام لکھا ہوا تھا جو مجھے اچھا نہیں لگا کیونکہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے،اس کے ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں،نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے تو کیا نماز میں بھی شیطان اور فرعون کا نام لیں گے؟ فرعون کا نام قرآن مجید کے لفظ کے طور پر پڑھیں گے تو پچاس نیکیاں ملیں گی؟ تو میں نے سوچا کہ قرآن مجید کے ہر حرف پر تو دس نیکیاں ملتی ہیں اس میں

فرعون اور شیطان کا کیا کام؟ اس لئے یہ دو لفظ میں نے ہر جگہ اس طرح بدل دیئے ہیں کہ ایک کی جگہ اپنے باپ کا نام لکھ دیا ہے اور ایک کی جگہ تمہارے باپ کا نام لکھ دیا ہے۔

پتہ کی بات

یہ میں نے اس لئے عرض کیا ہے تاکہ سمجھ میں آئے کہ نیم ملا کیا کرتا ہے، وہ اپنی اصلاح کی بجائے قرآن اور حدیث کی اصلاح کرتا ہے، اس لئے ملا بنیں تو ٹھیک بنیں نیم ملا نہ بنیں، اس میں ایک بات یہ (بھی) شامل کروں گا کہ آپ کو جہاں جہاں بھی فتنے نظر آئیں گے آپ کسی بھی فتنہ کی کھوج لگائیں تو ہر فتنے کے پیچھے کوئی نیم ملا کھڑا نظر آئے گا، جو قرآن مجید اور شریعت کی اصلاح کی نیت رکھتا ہوگا۔

یہ چیز نہایت خطرناک ثابت ہوسکتی ہے

دین کا اگر بنیادی علم حاصل کئے بغیر صرف کتب سے استفادہ کیا جائے تو یہ چیز نہایت خطرناک ثابت ہوسکتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص ایک نص پڑھ لے، اسے اسی موضوع پر دوسری نص کا علم نہ ہو جو پہلی کو ناسخ یا تقیید و تخصیص کرنے والی ہو مثلاً قرآن کریم میں شفاعت کا مسئلہ مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے، بعض جگہ مطلق سفارش کا رد کیا گیا ہے جیسے آیت الکرسی سے پہلے والی آیت اور بعض جگہ ہے کہ سفارش کی اجازت ہوگی مگر اللہ تعالی کے حکم سے اسی طرح بہت سی جگہ دو بظاہر

متعارض نصوص میں تطبیق دیتی ہو۔

مسلم شریف میں ہے ''عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء کم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم.

آخر زمانے میں کچھ ایسے دھوکے باز جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ کبھی تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے پس تم ایسے مکاروں سے دور رہو اور ان کو اپنے پاس نہ آنے دو تا کہ وہ تم کو گمراہ نہ کر سکے اور فتنے میں نہ ڈال سکیں۔

اب ایک روایت پیش کرتا ہوں، اس پر سنجیدہ ہو کر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے، یہ سب آج نہیں ہو رہا، پڑھیئے۔

عن حرام بن حکیم بن حرام عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انکم قد اصبحتم فی زمان کثیر فقهائه، قلیل خطبائه، کثیر معطوه، قلیل سوأله، العمل فیه خیر من العلم، وسیاتی زمان قلیل فقهائه، کثیر خطباءه، کثیر سواله، قلیل معطوه، العلم فیه خیر من العمل (المعجم الکبیر للطبرانی)

بعداز خطبہ

واطیعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان الله مع الصابرین.

وقد ورد فی الحدیث قال النبی صلی الله علیه وسلم ید الله علی الجماعة. وقال النبی صلی الله علیه وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث لا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد الله اخوانا (مسلم شریف)

ترجمہ۔اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو بیشک اللہ تعالی ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغاں بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں کہ ؂

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
تم خطاکار و خطابیں وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم
خود کشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خوددار
تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار

باہمی نزاع کے دو نتیجے بیان کئے گئے ہیں

محترم سامعین! آیت بالا میں فرمایا گیا کہ آپس میں نزاع اور رسا کشی نہ کرو ورنہ تم میں بزدلی پھیل جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

آیت بالا میں باہمی نزاع کے دو نتیجے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہو جاؤ گے۔

(۲) تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی دشمن کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے۔

نزاع اور جھگڑا کتنی بری چیز ہے اس روایت سے اندازہ لگائیے، حضرت عبادۃ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا اس لئے باہر تشریف لائے تھے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں

جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی۔

ایک اور روایت سنئے، آقا نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔

اہم نکتہ

قرآن کریم کے لفظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے، قرآن کریم نے اس جگہ ''لا تنازعوا،، فرمایا ہے یعنی باہمی نزاع سے روکا ہے، رائے کے اختلاف یا اس کے اظہار سے منع نہیں کیا اختلاف رائے جو دیانت اور اخلاص کے ساتھ ہو وہ کسی نزاع کی صورت اختیار نہیں کرتا۔

نزاع وہیں ہوتا ہے جہاں........

نزاع اور جدال وہیں ہوتا ہے جہاں اختلاف رائے کے ساتھ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات نہ ماننے کا جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے، اسی لئے شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنے ایک مرید کو جب خلافت دی تو اس زمانہ کے دستور کے مطابق پگڑی باندھی اور کچھ وصیتیں کیں، اس موقع پر آپ نے ایک بات یہ کہی کہ نبوت کا دعوی نہ کرنا اور دوسری بات یہ کہی کہ خدائی کا دعوی نہ کرنا۔

خلیفہ یہ بات سن کر حیران و پریشان ہوئے کہ حضرت! میں یہ کام کروں گا،حضرت نے فرمایا کہ تم اس کا مفہوم سمجھ لو،خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہدے وہ اٹل ہوتا ہےاور نبوت کے دعوی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی شان یہ ہے ''**ما ینطق عن الھوی،ان ھو الا وحی یوحی**۔کہ جو نبی فرمائیں گے وہ حق ہوگا اس کے خلاف باطل ہوگا۔

جو حضرات اس مزاج کے ہوتے ہیں وہ در پردہ خدائی کا دعوی کرتے ہیں یا نبوت کا دعوی.........

رائے کا اختلاف تو ہوتا چلا آیا ہے، چند مثالیں

تو میں عرض کررہا تھا کہ رائے کا اختلاف ہوتا ہے،صحابہ کے درمیان بھی ہوا ہے،اور ہمارے اکابر کے درمیان بھی ہوا ہے، میں اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱)حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اسیران بدر کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ اس بارے میں رائے دیں اورابتداءاًازخود یہ ارشادفرمایا اللہ تعالی نے تم کو ان پر قدرت دی ہے،حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ سب کی گردن اڑادی جائے، یہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی،حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میری رائے یہ ہے کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے(سیرۃ المصطفی ج۱ص۵۸۰)

(۲)اسلامی تاریخ کی دوسری جنگ جنگ احد ہے،آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کفار مکہ ہم پر چڑھائی کے لئے آرہے ہیں،توان سے مقابلے کے لئے کیا صورت اختیار کیا جائے؟

اکابر مہاجر و انصار نے یہ مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ میں رہ کرہی مقابلہ کیا جائے،اورنوجوان صحابہ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ منورہ سے باہرنکل کران پرحملہ کیا جائے(حوالا بالاص ۶۵۸)

(۳)حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ میں نفاق نے سر اٹھایا اور عرب کے لوگ مرتد ہونے لگے اور عجم کے لوگ ڈرانے دھمکانے لگے،حضرت ابوبکرؓ نے مہاجر وانصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ عربوں نے زکوۃ کی بکریاں اوراونٹ روک لئے ہیں،اوراپنے دین سے منہ موڑ لیا ہے،اور عجم والے نہاوند میں جمع ہوئے ہیں اور ہم سے جنگ کرنے کی تیاری کررہے ہیں،اور کہہ رہے ہیں کہ جس ذات کی وجہ سے تمہاری مدد ہورہی تھی وہ دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں،اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ ہم کیا کریں؟ چنانچہ صحابہ کرام بہت دیر تک گردن جھکائے سوچتے رہیں، پھر حضرت عمرؓ بولے کہ اللہ کی قسم !اے خلیفہ رسول اللہ! میرا خیال یہ ہے کہ آپ عربوں سے نماز قبول کرلیں اور زکوۃ کوان پرچھوڑ دیں کیونکہ وہ ابھی ابھی جاہلیت چھوڑ کرآئے ہیں،اسلام نے ان کوابھی پوری طرح تیارنہیں کیا ہے،ایسی ہی رائے حضرت عثمان وعلی اورانصار نے

دی مگر حضرت ابوبکرؓ کی رائے اس کے خلاف تھی، فرمایا کہ اگر یہ لوگ مجھے وہ رسی دینے سے انکار کردیں جسے وہ حضور کو دیا کرتے تھے تو ان سے جہاد کروں گا، پھر حضرت عمرؓ کی بھی وہی رائے ہوگئی (حیاۃ الصحابہ حصہ اول)

تو رائے کا اختلاف ہوا ہے، ہوتا ہے اور ہوگا اور ہوتا آیا ہے، امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ رائے کی غلطی بڑے بڑوں سے ہوسکتی ہے۔

(۵) معارف القرآن جلد پنجم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کی جھوٹی کہانی گڑ کر آئے اور والد کو سنایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''**بل سولت لکم انفسکم امرا**''، یعنی تمہارے نفوس نے ایک بات بنائی ہے، یہی بات حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب بنیامین کے گرفتار ہوجانے کی خبر بھائیوں نے ان کو دی تو اس وقت بھی کہی کہ ''**بل سولت لکم انفسکم امرا**''، یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ دونوں باتیں اپنی رائے سے کہی تھی، ان میں سے پہلی بات صحیح نکلی، دوسری بات صحیح نہیں تھی کیونکہ اس میں بھائیوں کا قصور نہ تھا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ رائے کی غلطی پیغمبروں سے بھی ابتداءاً ہوسکتی ہے، اگرچہ بعد میں ان کو بوحیٔ الٰہی غلطی پر قائم رہنے نہیں دیا جاتا، حضرت آگے لکھتے ہیں کہ اس لئے ہر صاحب رائے کو چاہئے کہ اپنی رائے کو متّہم سمجھے، اس پر ایسا جمود نہ کرے کہ دوسروں کی بات سننے ماننے کو تیار نہ

ہو(معارف القرآن ج۵ص۲۶)

ہمارے یہاں دوسروں کی رائے کو احترام نہیں دیا جاتا،عموماً یہ ہوتا ہے کہ جو آدمی ہماری رائے کے خلاف رائے رکھتا ہو اس سے صرف اس بنیاد پر دشمنی کر لیتے ہیں اور صرف اسی پر بس نہیں ہوتا بلکہ اب اس کے خلاف اپنے حامیوں کا ایک مستقل گروپ بنایا جاتا ہے،اس طرح خود کو اور سماج کو اس سے بہت بڑا دینی و دنیوی نقصان ہم خود پہنچا دیتے ہیں۔

(۶)حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سیاسی اختلافات تھے،اس کے باوجود یگانگت میں فرق نہیں آیا،اور پھر ایک واقعہ ذکر کیا کہ حضرت مدنی چمڑے کے علاوہ دوسرے موزے پہنتے تھے،جو موٹے تھے ان پر مسح کرتے تھے،میں ان پر مسح جائز نہیں سمجھتا تھا،حضرت مدنی کو میرا اختلاف معلوم ہوا تو فرمایا میں دارالافتاء میں آؤں گا،فقہاء کی تصریحات دیکھ کر فیصلہ ہوگا،دوسرے دن آپ دارالافتاء میں تشریف لائے اور کتب فقہ سے اپنی تائید میں روایات اور عبارات نکالیں،لیکن میری تشفی نہ ہوئی،حضرت اپنی رائے پر قائم رہے میں اپنی رائے پر،انہی ایام میں کسی مکان پر اساتذہ کا عصر کے بعد اجتماع ہوا مغرب کا وقت قریب ہوا تو حضرت مدنی نے موزوں پر مسح کیا اور ساتھ ہی احقر سے فرمایا کہ مفتی صاحب تو اس مسح کو جائز نہیں کہیں گے،میں نے بے تکلفی سے عرض کیا جی ہاں اور آپ کے پیچھے اس وقت نماز نہیں پڑھوں گا،حضرت مدنی نے بہت

متانت اور بے تکلفی سے فرمایا آپ کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی، لہذا آپ امام بن جائیں ہم مقتدی ہو جائیں گے، چنانچہ میں نے امامت کی اور حضرت نے اقتداء کی۔

اللہ تعالی ہمیں صحیح معنی میں دینی مسائل اور احکام سمجھنے اور وقت پر اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

بعداز خطبہ

کون کس کا حبیب ہوتا ہے کون کس کا رقیب ہوتا ہے
بن جاتے ہیں ناطے رشتے جہاں جس کا نصیب ہوتا ہے

آج ہمارے ....بھائی کے صاحبزادے مولانا ..... سلمہ کا نکاح ہے، دولہے کی سرنیم منگیرا ہے اور من کے ان کو خوشیوں نے آگھیرا ہے، ہونے والے اس مبارک رشتے کولیکر میری دعا یہ ہے کہ ؎

راہ میں ان کی کبھی کوئی کانچ نہ آئے
اور اس رشتے میں کبھی کوئی آنچ نہ آئے
نہ کبھی یہ اک دوجے سے شاکی رہے
یہ مبارک رشتہ تاحیات باقی رہے

رشتے کی بقا کیسے ہو اس تعلق سے چند باتیں

بزرگان محترم! کسی بھی رشتے کی بقا کے لئے چند باتوں کا خیال رکھنا از حد ضروری ہوتا ہے۔

اعتماد واعتبار

میاں بیوی دونوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ اور یقین ہو، ہوسکے تو میاں بیوی دونوں فون میں جو پاسورڈ ہوتا ہے اس کو ایک دوسرے سے خانگی نہ رکھے، کیونکہ یہ چیز بعض مرتبہ رشتے میں شک اور بے یقینی پیدا کرتی ہے، اگر

دونوں کو ایک دوسرے کے فون یا اس جیسی چیزوں کا پاس ورڈ پتہ ہوگا تو یہ چیز پیدا نہیں ہوگی۔

عزت دینا

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو عزت دے، ایک دوسرے کی بھرپور ریسپیکٹ کرے، ایک دوسرے کو کسی اور کے سامنے بے عزت نہ کرے، کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ ہمارا آدھا وقت غیروں کو امپریس کرنے میں اور آدھا وقت اپنوں کو اگنور کرنے میں گذرتا ہے، گجراتی میں کہا جاتا ہے کہ

aawkar aej hoy che je dil thi aapwama aawe
nahi tar welcome to pag luncharya par pan lakhelu
hoy che

اور دیکھئے سیلف ریسپیکٹ ایسی چیز ہے جو ہر بندے کو پیاری ہوتی ہے، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب، میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے، حضرت فرماتے تھے کہ بھنگی کا کام ہے گندگی اٹھانا، گندگی صاف کرنا یہ اس کا پیشہ ہے تو پیشہ تو ایسا ہے کہ......... مگر عزت نفس اسے بھی پیاری ہوتی ہے، اگر کوئی اس کی عزت نفس پر حملہ کرے گا تو وہ دوبارہ اس کے گھر کا رخ نہیں کرے گا، پتہ چلا عزت نفس ہر ایک کو محبوب اور پیاری ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی بلکہ دو ہاتھ سے بجتی ہے،تو عزت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، ہم کسی کو عزت دیں گے تو وہ ہمیں عزت دے گا، کہتے ہیں کہ ؎

یہاں مفت میں کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا
جو کسی کو عزت نہیں دیتا اسے بھی کوئی عزت نہیں دیتا

اس لئے اپنا مزاج ایسا بنائیے کہ ہر ایک سے عزت و احترام سے پیش آئے، گجراتی میں کہاوت ہے کہ

blood positive hoy ae qudrat na haath ma che pan sawbhaw positive rakhwo ae aapra haath ma che

یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم دوسروں کو تو عزت دیتے ہیں مگر اپنے ہم سفر کو عزت نہیں دیتے، اس سے دشمنوں کی طرح بات کرتے ہیں،کلیم عاجز کا شعر ہے ؎

مرے ہی لہو پر گذر اوقات کرو ہو
مجھ سے ہی دشمن کی طرح بات کرو ہو
تم غیروں سے ہنس ہنس کے ملاقات کرو ہو
اور مجھ سے ہی زہر بھری بات کرو ہو

ایک دوسرے کو وقت دینا

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو وقت دے، یہ بھی دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے، حدیث پاک میں ہے''ان لربک علیک حقا، ولنفسک علیک حقا، ولاهلک علیک حقا، ولزوجک علیک حقا، فاعط کل ذی حق حقه.

فرمایا کہ تجھ پر تیرے رب کا حق ہے، تیرے نفس کا حق ہے، تیری بیوی کا حق ہے، پس ہر حقدار کو اس کا حق دو، مگر آج اس معاملے میں بڑی کوتاہی پائی جارہی ہے، میاں بیوی اپنا زیادہ تر فارغ وقت موبائل اور سوشل میڈیا پر دیتے ہیں (گذارتے ہیں) دونوں بیچ میں بزی ہے مگر ایک دوسرے کے بیچ میں نہیں ہوتے ہیں، گھر بلکہ ایک روم میں ہو کر بھی یعنی اتنا زیادہ قریب ہو کر بھی دونوں ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں، ہزاروں لاکھوں میل دور بیٹھے افراد سے رابطے میں ہے مگر قریب بیٹھے شخص کے لئے ٹائم نہیں ہے، ہمارے لئے ہر چیز میں آقا کا عمل دلیل اور نمونہ ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ایک ساتھ نو بیویاں رہی ہیں، ہم ایک بیوی کو وقت نہیں دیتے اور آقا نو کی نو بیویوں کو وقت دیتے تھے، حضرت جب اپنے مقام پر یعنی مدینہ شریف میں موجود ہوتے تو عصر کے بعد کا وقت بیویوں کے لئے مختص تھا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

رشتے کو ہمیشہ وقت دینا پڑتا ہے
اس میں ادھار نہیں چلتا نقد دینا پڑتا ہے
رشتے خود بخود نہیں نبھتے نبھانا پڑتا ہے
ہے مجھے بھی رشتے کی قدر دکھانا پڑتا ہے

نیز کہا گیا ہے کہ ”توجہ کی کمی سے مر بھی سکتے ہیں، پھول، پودے اور رشتے۔

نرمی

کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جسم کے دو عضو ”دل اور ”زبان“، کو بغیر ہڈی کے بنایا ہے، یعنی اللہ تعالی نے دونوں کو نرم رکھا ہے، دونوں میں نرمی ہے، انسان کو بھی چاہئے کہ اس کو فطرت پر باقی رکھے، اس کو سخت نہ بنائے، مولانا اسماعیل میرٹھی کا شعر ہے ۔

قدرت کو ناپسند تھی سختی زبان میں
اس لئے پیدا نہ کی ہڈی زبان میں

نیز وہ لکھتے ہیں ۔

جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو
کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو

نرمی کے تعلق سے آقا کا بہت پیارا ارشاد ہے، فرمایا کہ ”ان الرفق لا

یکون فی شیء الا زانه،ولا ینزع من شئی الا شانه.

ترجمہ۔ بلا شبہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے وہ اسے خوبصورت بنادیتی ہے،اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہےتو اسے بدنماوعیب دار بنادیتی ہے۔

آقا کااس تعلق سےایک اورارشاد ہے،فرمایا کہ’’**اذا اراد اللـه باهل بیت خیراً ادخل علیهم الرفق**(احمد)

ترجمہ۔ جب اللہ تعالی کسی گھرانے سے خیر کا ارادہ فرمالیتاہےتو ان میں نرمی پیدافرمادیتاہے۔

اک دوجے کی خوبیاں دیکھے

اللہ تعالی نے انسان میں خوبی اور خامی دونوں باتیں رکھی ہیں،میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی خوبی دیکھے،خامی نہیں،ہمارے یہاں معاملہ الٹاہے،ہمیں دوسرے میں خوبیاں نظرنہیں آتی بس خامیاں ہی نظرآتی ہیں،ایک شعرہے کہ ؂

کون ہے جس میں کمی نہیں ہے
آسمان کے پاس بھی تو زمیں نہیں ہے

غلطی کااعتراف

اگر کچرہ دکھائی دے تو پانی چھان لیتے ہیں
جو اعلی ظرف ہوتے ہیں وہ غلطی مان لیتے ہیں

میاں بیوی دونوں میں سے جس سے بھی غلطی کا ارتکاب ہو وہ دوسرے

سے معافی مانگ لے، میں کہا کرتا ہوں کہ میاں بیوی کی لڑائی کوئی دو ملکوں کی جنگ نہیں ہے کہ ایک جیتے گا اور دوسرے کی ہار ہوگی، بلکہ اس رشتے میں تو بہر صورت دونوں کی جیت ہی جیت ہے، جب غلطی کے اعتراف سے رشتے میں دراڑ نہ آئے اور رشتہ بدستور استوار رہے تو یہ جیت نہیں تو اور کیا ہے، دیکھئے! انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے کبھی نہ کبھی غلطی ہو ہی جاتی ہے، شاعر کہتا ہے ؎

سڑک کتنی بھی صاف ہو دھول ہو ہی جاتی ہے
آدمی کتنا بھی نیک ہو بھول تو ہو ہی جاتی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

کچھ اس طرح سے میں نے زندگی کو آساں کرلیا
کچھ لوگوں سے معافی مانگ لی کچھ لوگوں کو معاف کردیا

مگر افسوس لوگ اپنی غلطی جانتے بجھتے بھی مانتے نہیں ہے، کسی کہنے والے نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ''یہاں لوگ اپنی غلطی نہیں مانتے تو کسی کو اپنا کیا مانیں گے۔

تو ایسا مزاج نہیں ہونا چاہئے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

رشتے کو بچانے کے لئے جھک جایا کرے
غصہ میں کوئی کام نہ کرے رک جایا کرے

اپریشیڈ کرے

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے اچھے کام کو اپریشیڈ کرے، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ہوٹل میں کھانے جاتے ہیں کھانا پسند آیا تو اس کی تعریف کرتے ہیں اور جو خادم ہوتا ہے اسے جاتے وقت ٹپ بھی دیتے ہیں، مگر گھر میں بیوی ہمارے لئے پوری زندگی کھانا پکاتی ہے، ہماری ضروریات کا خیال رکھتی ہے مگر ہمارے منہ سے اس کے لئے جھوٹی تعریف بھی نہیں نکلتی، انعام دینے کی بات تو دور رہی، عربی کا ایک شعر ذکر کرتا ہوں، خاتون کہتی ہے اپنے شوہر سے کہ۔

اقلی اللوم عاذل والعتابن
وقولی ان اصبت بعد اصابن

ترجمہ۔اے عاذل! اپنے عتاب اور ملامت کو کم کردے، اور اگر میں کوئی صحیح کام کروں تو فقط یہی کہدے کہ میں نے اچھا کام کیا۔

تو ہمیں اپنوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے تھا اور ہم کیا سلوک کرتے ہیں۔

پھولوں نے زخم دیئے تو کانٹوں سے گلہ کیا
کیا کرنا تھا اپنوں کو سلوک اور کیا کیا

مزاج شناسی

میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کا مزاج شناس ہونا چاہئے، اگر ہم

خیال مل جائے تو تو پھر کیا کہنے، شاعر کہتا ہے ۔

کہتا ہے کوئی کہ ملک و مال اچھا ہے
کہتا ہے کوئی کہ کسب کمال اچھا ہے
لیکن اپنے خیال میں اے امجد
مل جائے اگر ایک ہم خیال اچھا ہے

نکاح کے رشتے کی بقا کے لئے مزاج شناسی بہت ضروری ہے، مشکوۃ شریف میں روایت ہے ''عن عائشةؓ قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لاعلم اذا کنت عنی راضیة، واذا کنت عنی غضبی، فقلت من این تعرف ذلک؟ فقال اذا کنت عنی راضیة فانک تقولین، لا ورب محمد واذا کنت علی غضبی قلت لا ورب ابراهیم قالت قلت اجل والله یا رسول الله ما اهجر الا اسمک.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے اور اسی طرح جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے، میں نے عرض کیا، آپ یہ کیسے پہچانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو تم کہتی ہو ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اللہ

کے رسول اللہ کی قسم! بالکل ٹھیک ہے میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں (متفق علیہ)

درمیان میں ایک بات ویسے ہی عرض کردوں، ہمارے یہاں ایک بات پوچھی جاتی ہے کہ عورت اپنے شوہر کا نام لے سکتی ہے یا نہیں، روایت کے الفاظ آپ نے سنے اس میں حضرت عائشہؓ آپ کا نام یعنی ''محمد،، لے رہی ہے، اس حدیث کو بنیاد بنا کر شارح بخاری علامہ قسطلائیؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کا نام لے سکتی ہے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلائیؒ نے عجیب بات تحریر فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ تو رسول اللہ کی محبت میں غرق رہتی تھیں، ظاہر میں غصے کی وجہ سے آپ کا نام نہیں لیتی تھیں، یہ غصہ بھی حضرت عائشہؓ کی طرف سے بطور ناز محبوبیت ہوا کرتا تھا، آگے وہ لکھتے ہیں کہ اس حالت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی تا کہ محبوبیت کے دائرے سے کسی طرح بھی خارج نہ ہوں (کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے جدامجد تھے) (فتح الباری ج۹ص۴۰۵)

حافظ ابن حجر یہ بات بھی تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی طبعی امر کی وجہ سے ناراضی کی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا ہو جاتی تھیں اور آپ کا غصہ صرف طبعی غیرت کی وجہ سے ہوتا تھا جو عورتوں کے لئے معاف ہے کیونکہ یہ غیرت خاوند سے زیادہ محبت

کی بناپر ہوتی ہے، جب کسی طبعی امر کی بناپر ناراضی کی جاسکتی ہے تو مخالف شرع کام پر بطریق اولی جائز ہے۔

مخالف شریعت کام اگر زیادہ سنگین ہے تو بائیکاٹ اور ناراضی بھی زیادہ ہونی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالکؓ سے پچاس رات تک قطع تعلق کیا تھا اور اگر کسی معاشرتی وجہ سے ناراضی ہو تو خندہ پیشانی ترک ہونی چاہئے، دل میں ناراضی نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے (فتح الباری ج ۱۰ ص ۶۱۱)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے بڑے شوق سے دروازہ پر ایک تصویر والا پردہ لٹکایا آپ نے اندر داخل ہونا چاہا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے، حضرت عائشہؓ یہ دیکھ کر سہم گئیں، عرض کی یا رسول اللہ! مجھ سے کیا خطا ہوگئی، فرمایا جس کے گھر میں تصویر ہوں فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے، یہ سنکر حضرت عائشہؓ نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا اور اس کو اور مصرف میں لے آئیں۔

اچھے شوہر کی پہچان

چلئے! اخیر میں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتے چلتے ہیں، وہ یہ کہ اچھے شوہر کی نشانی کیا ہے؟ اچھے شوہر کیسے ہوتے ہیں، تو سنئے۔

اچھے شوہر وہ کہلائے

خوشی خوشی جو سنتے جائے

دن کو سمجھے رات کو سمجھے
جو بیوی کی ہر بات کو سمجھے

بعدازخطبہ

عن عبد الله بن عمروؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده(متفق علیہ)

ترجمہ۔کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔

تو نے دیکھا ہی نہیں فطرت اسلام کا رنگ
ہم نفس دین محمد ہے محبت کا نظام
ایک دستور کہ آدم ہے عظیم
ایک قانون کہ انسان ہے اخلاق کا نام
امن اخلاق محبت رہ تسلیم ورضا
دین اسلام نے آدم کو یہ پیغام دیا

مومن امن پسند ہوتا ہے

محترم حضرات!مسلمان کو''مومن،،اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ امن پسند ہے،یہ لفظ''امن،،سے ماخوذ ہے جو متعدی اور لازم دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے،متعدی کے معنی ہیں''امن دینے کے،،جبکہ لازم میں''پرامن ہونے کے ہیں،،گویا کہ مومن خود بھی پرامن رہتا ہے اوراس کا علمبردار بھی ہوتا ہے،اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے''**المومن من امنه الناس علی دمائهم**

وامـوالهـم ،، یہ مسند احمد کی روایت ہے، حضرت فضالہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا کہ ’’مومن وہ ہے جس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔

اور مشکوۃ شریف میں بحوالہ ترمذی موجود ہے جس کے الفاظ ہے ’’خیـر کم من یرجی خیرہ ویومن شرہ وشر کم من لا یرجی خیرہ ولا یـومن شرہ ،، تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید ہو اور لوگ اس کی طرف سے پر امن ہوں اور تم میں بدترین آدمی وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ ہو اور اس کی شرارتوں سے لوگ مطمئن نہ ہوں۔

ایک اہم بنیادی اصول

مشکوۃ شریف میں ایک اور روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’ان تـحـب لـلـنـاس مـا تـحـب لـنـفسک وتکرہ لھم ما تکرہ لـنفسک ،، دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے اسے ناپسند کرو جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

یہ ایک ایسا بنیادی اصول ہے جو پورے عالم میں امن وامان قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ کس قدر نا معقول بات ہے

اسلام بدامنی کا سخت مخالف ہے، آقا کا ارشاد ہے ’’لا تـتـمـنـوا لـقـاء

العدو وسلو االله العافيه، دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالی سے امن و عافیت کا سوال کرو۔

سوچیۓ! جس دین نے دشمن کا آمنا سامنا کرنے کی خواہش تک کو روک دیا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اسلام قتل گری کی تعلیم دیتا ہے، کس قدر نا معقول بات ہے۔

جگر مرادآبادی کا شعر ہے ؎

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

اس میں قدرے ترمیم کرتے ہوئے یوں کہوں گا کہ ؎

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
اسلام کا پیغام محبت ہے ہر جگہ پہنچے

عبدالحفیظ جالندھریؒ کا شعر ہے کہ ؎

تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلماں کا

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، فرمایا کہ ''**الراحمون یرحمهم الرحمن، ارحموا من فی الارض**

یرحمکم من فی السماء،،

جس کا ترجمہ مولانا الطاف حسین حالی نے یوں کیا ہے کہ ۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

حدیث شریف کی خصوصیات میں ایک خصوصیت تسلسل ہے،یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز جس طرح ثابت ہو اس کو اسی طرح حفظ رکھنا،اس کی مختلف صورتیں ہیں منجملہ ان کے ''مسلسل بالاولیت ہے،،یعنی ہر محدث نے اپنے استاذ سے سب سے پہلے یہ حدیث سنی ہے''**الراحمون یرحمهم الرحمن،ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء،،**

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودرویؒ جب کینیڈا میں مقیم تھے اس وقت کی بات ہے،حضرت نے ٹورنٹو کے نوجوانوں سے فرمایا تھا کہ حدیث بالا کو خوبصورت جلی حروف میں بڑی سائز میں لکھواؤ اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کراؤ اور اپنی کاروں پر لگاؤ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی ہے۔

بزرگان محترم !اسلام کی تعلیم دہشت گردی کی نہیں بلکہ امن کی ہے،سرفراز بزمی کی ایک رباعی اس تعلق سے ہے وہ پیش کرتا ہوں،کہتے ہیں کہ ۔

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ

املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ

ناحق کے لئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ؎

زمیں کے سر پہ کھلا آسمان رہنے دے
خدا کے واسطے امن و امان رہنے دے

بعداز خطبہ

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم،ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون،وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن.

ترجمہ۔مسلمان مردوں کوحکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ تعالی ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

اورمسلمان عورتوں کوحکم دوکہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اوراپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔

داغ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جاکے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں
منزل قرب یوں نہیں ملتی
زخم حسرت ہزار کھائے ہیں

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر)

حسینوں سے جن کو پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے
دیکھ مت ان آتشی رخوں کو تو زنہار
پڑھ ربنا وقنا عذاب النار

کیا جی لگے گا اس کا کسی کاروبار میں
دل پھنس گیا ہو جس کا کسی زلف یار میں

ارے یہ کیا کررہا ہے کہ مرنے والوں پہ مررہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

دل کا دروازہ یہی ہے

بزرگان محترم! اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دونوں کو یعنی مرد اور عورت کو الگ الگ طور پر دیا ہے، اس سے اس مسئلے کی حساسیت اور اہمیت کا پتہ چلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دیا کیونکہ آدمی کے دل کا دروازہ یہی ہے اور تمام شہوانی فتنوں کا آغاز عموماً یہیں سے ہوتا ہے، احمد شوقی نے کہا ہے ۔

"نظرة فابتسامة فسلام فكلام فموعد فلقاء،،

ترجمہ۔نظر ملتی ہے، پھر مسکراہٹ، پھر سلام، پھر گفتگو، پھر وعدہ اور پھر ملاقات تک بات پہنچتی ہے۔

مِن تبعیض پر دلالت کرتا ہے

نظر اور شرمگاہ کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر بندہ ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کرتا تو وہ ان کو آزمائشوں اور مصیبتوں میں ڈالدیتی ہیں، علاوہ ازیں غور کیجئے کہ اللہ تعالی نے شرمگاہ کی حفاظت کا مطلق حکم دیا ہے کیونکہ شرمگاہ کا غلط استعمال کسی حالت میں بھی جائز نہیں، لیکن نظر کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا "یغضوا من ابصارهم ،،حرف جار (مِن) تبعیض پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بعض حالات میں کسی ضرورت کے تحت غیر محرم چہروں کو دیکھنا جائز ہے مثلاً گواہ، حاکم اور نکاح کا پیغام دینے والے کے لئے غیر محرم چہروں پر نظر ڈالنا جائز ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت کے لئے نظر بازی سے اجتناب ضروری ہے

نظر بازی سے اجتناب کے ساتھ ہی متصلاً اللہ تعالی نے شرم گاہ کی حفاظت کا ذکر فرمایا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شرمگاہوں کی حفاظت کے لئے نظر بازی سے اجتناب انتہائی ضروری ہے، بالفاظ دیگر زنا کے عوامل میں سے نظر بازی ایک بہت بڑا عامل یا اس کا مین گیٹ ہے، اسی نظر باز کے نتیجہ میں بعد میں انسان کے دوسرے اعضاء بھی اسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پہلی نظر معاف ہے

نگاہ نیچی رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ عورت بازار میں چلتے ہوئے ٹھوکریں کھاتی پھرے، نگاہیں نیچی رکھنے سے مراد کسی غیر محرم کو دانستہ طور پر دیکھنے سے منع کیا گیا ہے، جہاں تک کسی پر اچانک نظر پڑنے کا معاملہ ہے اسے معاف کردیا گیا ہے بشرطیکہ اس طرف دوبارہ نظر نہ اٹھائی جائے، حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔ **عن علیؓ قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم تتبع النظر النظر فان الاولی لک ولیست لک الاخیرة** (احمد، مسند علی ابن ابی طالب) ترجمہ۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمایا کہ ایک بار دیکھنے کے بعد دوسری بار مت دیکھو پہلی نظر تجھے معاف ہے اور دوسری دفعہ دیکھنا جائز نہیں۔

ان الله خبیر بما یصنعون ۔ وہ اس حکم پر عمل کرنے والوں کو جزا دے گا اور عمل نہ کرنے والوں کو سزا دے گا، خواہ ان کی نیکی یا بدی سے کوئی آگاہ ہو یا نہ ہو جو کچھ وہ کررہے ہیں اللہ تعالی اس سے پوری طرح واقف ہے، فرمایا ''**یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور**'' ، وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے میں چھپاتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے مالک بے نیاز

دل کا مرض انجائنا ہو جاتا ہے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ بد نظری سے دل انجائنا angina ہو جاتا ہے، کیونکہ بدنظری سے دل کشمکش میں پڑ جاتا ہے، حسن اپنی طرف کش کرتا ہے اور اللہ تعالی کا خوف مکش کرتا ہے، اس کشمکش سے انجائنا ہو جاتا ہے کیونکہ کشمکش سے دل کا سائز size بڑھ جاتا ہے، اگر نظر کی حفاظت کرتا تو یہ کشمکش نہ ہوتی اور انجائنا نہ ہوتا، میں نے ایک شعر کہا تھا۔

ایک سلمی چاہئے سلمان کو
دل نہ دینا چاہئے انجان کو

انجان کو دل دینے سے انجائنا ہو جاتا ہے۔

بدنظری سے شہوت بھڑک جاتی ہے

نیز فرمایا کہ بدنظری سے شہوت بھڑک جاتی ہے، جس حسین کو دیکھ کر گرم ہوا اس کو اگر نہیں پاتا تو شہوت کی آگ کو بجھانے کے لئے غیر حسین سے منہ کالا کرلیتا ہے، گرم ہوا کہیں ٹھنڈا ہوا کہیں، بدنظری کی تھی حسن کی لالچ میں اور منہ کالا کیا ایسی بدصورت سے جس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں تھا، یہ ایسا خبیث فعل ہے کہ گناہ کی آخری منزل پر پہنچا کے چھوڑتا ہے، اور پھر خوبصورت اور بدصورت کو بھی آدمی نہیں دیکھتا، بدنظری کرنے کے بعد شرم گاہ کا محفوظ رہنا محال ہے، اس لئے اللہ تعالی نے ”یغضوا من ابصارھم،، کے بعد فوراً ”ویحفظوا

فروجھم، ،نازل فرمایا، معلوم ہوا کہ جس کی نگاہ محفوظ رہے گی اس کی شرمگاہ بھی محفوظ رہے گی اور جس کی نگاہ محفوظ نہ رہے گی اس کی شرمگاہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔

بدنظری کا نقصان

آج ہم قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات کا اہتمام کرتے ہیں اور دیگر چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں لیکن نماز، تسبیحات اور تلاوت کی جو لذت ہمیں حاصل ہونی چاہیئے وہ نہیں ہوتی، اس کی جو مختلف وجوہات ہیں ان میں سے ایک بڑی وجہ بدنظری ہے۔

یہ بیماری بوڑھاپے میں بھی نہیں جاتی

حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ بدنظری ایسی بیماری ہے کہ قبر میں پاؤں لٹکے ہوئے ہیں، آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بھی یہ بیماری نہیں جاتی، بوڑھے بوڑھے بھی بھانپو نظر باز بنے ہوئے ہیں یعنی ذرہ برابر حیا اور مروت نہیں ہوتی۔

یہ ایسا گناہ ہے کہ آدمی چپکے سے کرلے تو.......

اور یہ ایسا گناہ ہے کہ آدمی چپکے سے کرلے تو کسی کو پتہ بھی نہ چلے، بقول حضرت تھانویؒ مولوی صاحب مولوی صاحب رہے، قاری صاحب قاری صاحب رہے، مطلب یہ ہے کہ اس گناہ کو کرتے ہوئے عام طور پر پتہ نہیں چلتا آدمی چپکے سے کسی کی طرف دیکھ لے گا تو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

آج کل تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، بیوی اپنے شوہر کو نگاہ محبت سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالی دونوں کو نگاہ رحمت سے دیکھتے ہیں، نگاہ محبت سے منع نہیں کیا گیا لیکن جہاں کرنی چاہئے وہاں کرو، ہر جگہ نہیں، آج کل تو معاملہ الٹا ہو گیا بیوی سامنے آرہی ہے تو اس سے نفرت کررہے ہیں اور اجنبی عورت آرہی ہے تو اس کے متعلق دل میں رحمت اور محبت کے جذبات پیدا ہورہے ہیں جس سے روکا گیا ہے، وہ ہورہا ہے اور جو کرنا ہے اس سے اپنے آپ کو بچارہے ہیں۔

چند چیزوں سے انسان کا دل کبھی نہیں بھرتا

حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ دیگر گناہ تو ایسے ہیں کہ آدمی اگر باربار کرے، کئی مرتبہ کرے تو اس کی وجہ سے دل اچاٹ ہوجاتا ہے مثلاً شراب ہے دو بوتل تین بوتل چار بوتل پیئے گا اور کتنی پیئے گا آخر تو رکے گا، لیکن یہ بدنظری ایسا گناہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں مسلسل چل رہی ہے ایک گھنٹہ تو ایک گھنٹہ دو گھنٹے تو دو گھنٹے تک بیٹھے ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ چند چیزوں سے انسان کا دل کبھی نہیں بھرتا (۱) آسمان دیکھنے سے (۲) پانی پینے سے (۳) بیت اللہ کو دیکھنے سے (۴) اور بد نظری سے، اس لئے بدنظری سے بچنے کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، جیسا کہ پیچھے ذکر کیا کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ اس میں جوان، بوڑھے، نیک، بد مبتلا نظر آتے ہیں، اکبر

الہ آبادیؒ کا شعر ہے۔

خلاف شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

مشت زنی کا مریض بن جاتا ہے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کا ملفوظ ہے،فرمایا کہ بدنظری کی نحوست ہے کہ پھر حلال وحرام کا ہوش نہیں رہتا،لہذا یا تو کسی لڑکی سے منہ کالا کرے گا یا کسی لڑکے سے بدفعلی کر کے ذلیل ہوگا اور اگر کچھ نہ ملا تو ہاتھ سے منی خارج کرے گا،جس طرح لڑکیوں اور لڑکوں سے بدفعلی حرام ہے،جملہ محرمات حرام ہیں،اسی طرح مشت زنی بھی حرام ہے جو نئی نسل میں عام ہوگئی ہے۔

اللہ تعالی ہماری اس گناہ سے بھی اور دیگر تمام گناہوں سے حفاظت فرمائے۔

گناہ سے بچنے کی چند نبوی دعائیں

گناہوں سے بچنے کے لئے بہت سی مسنون دعائیں ہیں،جن میں سے چند دعائیں پیش خدمت ہے۔

اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی ومن شر بصری ومن شر لسانی ومن شر قلبی ومن شر منی.

ترجمہ۔اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں کان،آنکھ،زبان،دل اور شرم گاہ کے

شر سے۔

اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکھا.

اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر تو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور مولیٰ ہے۔

اللھم اھدنی وسددنی

اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور مجھے سیدھا رکھ۔

اللھم انی اعوذ بک من منکرات الاخلاق والاعمال والاھواء.

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق سے برے اعمال سے اور بری خواہشات سے۔

اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب.

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا فرما دے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان رکھی ہے۔

اللھم رحمتک ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفة عینی واصلح لی شانی کله لااله الاانت.

اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں، مجھے ایک پل کے لئے بھی

میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے تمام حالات کو درست کر دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

بعدازخطبہ

وذكر فان الذكرى تنفع المومنين.وقال تعالى ان اول بيت وضع للناس للذى ببكة مباركا وهدى للعلمين،فيه آيت بينت مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا ولله علي الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غنى عن العلمين.

عرفان محبت عام نہیں

محترم حضرات! ہمارے علاقہ سے کچھ حضرات حج کے مبارک سفر پر جارہے ہیں، میں نے سوچا کہ آج کی مجلس میں کچھ باتیں ان کی خدمت میں رکھی جائے، ویسے جو حضرات فی الحال حج پر نہیں جارہے ہیں ان کے لئے بھی یہ باتیں ان شاءاللہ خالی از فائدہ نہیں ہوگی۔

جولوگ حج کے لئے جارہے ہیں اس اعتبار سے وہ خوش نصیب ہے کہ اللہ تعالی نے اس عظیم عبادت کی انجام دہی اور ادائیگی کے لئے ان کا انتخاب فرمایا، بقول شاعر ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

حج سیکھئے پھر حج کیجئے

حج پر جانے والے حضرات حج کے افعال وارکان سیکھکر جائے، ہمارے

ایک بزرگ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحبؒ نے حج کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اس کا نام بڑا پیارا رکھا ''حج سیکھئے، حج کیجئے،،تو واقعۃً حج پہلے سیکھنا ہے پھر حج کرنا ہے، ورنہ حج ایسی عبادت ہے جس میں جان اور مال دونوں لگتے ہیں، تو اگر بغیر سیکھے چلے گئے تو جان و مال دونوں برباد ''خسر الدنیا والاخرۃ ،،کا مصداق ہوگا، اور دیکھئے حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، اگر وہ صحیح طرح ادا نہیں کیا تو اس عبادت کا پھر کوئی بدل نہیں ہے، زندگی میں اس کے بعد کوئی ایک سے زائد حج کرے وہ سب نفلی حج ہوں گے، اول حج جیسا ادا ہوا سو ہوا، بعد میں پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا، کہاوت ہے نا کہ ''اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت،، حج اگر سیکھکر کریں گے تو ہر عمل شوق، چاہت اور کانفیڈنس سے ادا ہوگا، ورنہ یہ حال ہوگا کہ ؎

یہ حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا
کفن بردوش جا پہنچے مگر مرنا نہ سیکھا تھا
یہ دیوانے کچھ ہوشیار اگر پہلے سے ہو جاتے
حرم میں بن کے محرم صاحب اسرار ہو جاتے

لا جدال فی الحج

اس سفر میں لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، قرآن کریم نے اس عمل سے خصوصیت سے روکا ہے، فرمایا کہ ''لا جدال فی الحج ،،مگر عموماً ہوتا یہ ہے کہ

آدمی اس سفر میں جھگڑتا ہی ہے،مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ حجاج کے ساتھ بالکل ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حاجی خود ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا تھا یا یہ کہ بنی اسرائیل کرتے تھے وہ یہ کہ ان کو سنیچر کے دن شکار سے منع کیا گیا تھا مگر ہوتا یہ تھا کہ چونکہ ان کی آزمائش تھی لہذا مچھلیاں سنیچر کے دن ہی پانی پر زیادہ دکھتی تھی،اب انہوں نے یہ کیا کہ جال سنیچر سے پہلے ڈالدیتے تھے اور مچھلیاں جو اس میں آتی تھیں اس کو اتوار کے دن پکڑ لیتے تھے،تو یہاں بھی اسی طرح آزمائش ہے،کبھی ٹور کے مالک سے جھگڑا،کبھی ہوٹل کے اسٹاف سے جھگڑا،کبھی ٹیکسی والے سے جھگڑا تو کبھی گروپ کے ساتھیوں سے جھگڑا،الغرض!ایسے حالات آتے اور بنتے رہتے ہیں کہ لڑائی جھگڑا ہو جائے،اسی کو کنٹرول کرنا ہے۔

فوٹوگرافی سے بچیئے

مکہ مکرمہ میں طواف کے دوران فوٹو گرافی کا ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے،اب ہوتا یہ ہے کہ حاجی کی ساری توجہ ”سیلفی،، لینے،فوٹو کھینچنے کھنچوانے اور ویڈیو بنوانے پر ہوتی ہے،اور پھر اس کو واٹس ایپ اور اس طرح کی دوسری ایپ پر شیئر کیا جاتا ہے،اب ذرا شریعت طواف کے تعلق سے کیا تصور پیش کرتی ہے وہ سنئے،حدیث میں آقا نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ طواف کرنے والا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے،اسی لئے آپ دیکھئے کہ طواف کرنے والے کو

نمازی کے سامنے سے گذرنے کی اجازت دیدی گئی کہ وہ نمازی کے سامنے سے گذرے گا تو گناہ نہیں ہوگا، نیز جیسے نمازی نماز میں حالت قیام میں ادھرادھر نہیں دیکھتا اسی طرح طواف کرنے والے کو بھی ہدایت دی گئی کہ دوران طواف کعبۃ اللہ کو نہ دیکھئے بلکہ اپنی نگاہ نیچی رکھے، مگر ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ ؎

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

یہ تو ایسا ہی ہوگیا جیسا شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا
زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی
ہے عمل لازم تکمیل تمنا کے لئے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے
بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنئے، اور پھر سوچئے کہ کیا کرنا چاہئے تھا اور ہم کیا کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آقا کی یہ دعا منقول ہے۔

اللھم زد ھذا البیت تشریفاً وتعظیماً وتکریماً ومھابۃً وزد من شرفہ وکرمہ منم حجہ او اعتمرہ تشریفاً و تکریماً وتعظیماً

وبراً اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا باالسلام

ترجمہ۔اے اللہ!اس گھر کی عزت وعظمت اورشرافت و ہیبت میں ترقی فرما اورحج وعمرہ اداکرنے والوں میں بھی جواس کی تعظیم وتکریم کرے اس کوبھی شرافت وعظمت اورنیکی عطا فرما،تیراہی نام سلام ہےاورسلامتی تیری ہی طرف سے ہےہم پرسلامتی بھیج،تو ہمیں اس گھر کی تعظیم ضروری ہےاورفوٹوگرافی اورویڈیوگرافی اس گھر کی تعظیم کے خلاف عمل ہے۔

چند بہترین جملے

وہاں پہنچکر ایک زائر کے کیا احساسات ہونے چاہئے وہ سنئے،اللہ کرے کہ سب کے احساسات ایسے ہی ہوجائے،مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ تحریر کرتے ہیں کہ یہی بیت اللہ ہےجس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلے سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہےجس کی طرف نماز میں منہ کرنا فرض تھا آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے ہمارے اوراس کے درمیان چندگز سے زیادہ فاصلہ نہیں،ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کوچھوسکتے ہیں،اس کوآنکھوں سے لگاسکتے ہیں،اس کی دیواروں سے چمٹ سکتے ہیں۔

کعبہ راہر دم تجلی می فزود

وہاں جاکرتو کعبۃ اللہ کو دیکھنا تھا اور ہم فون میں دیکھ رہے ہوتے ہیں،فون میں مشغول ہوتے ہیں،کعبۃ اللہ کودیکھتے رہنا دل کا سرور،آنکھوں کا نور

روح کی غذا اور نظر کی عبادت ہے، دل کی کلفت اس سے کافور دماغ کا تکان اس سے دور ہوتا ہے، سارے عالم کی دل کشی اور دل آویزی اس میں سمٹ کر آ گئی ہے، تو وہاں پہنچکر بیت اللہ کو دیکھتے اور بس دیکھتے رہئے، ہر وقت اس کا نیا جمال اور نئی شان ہے، بقول شاعر ؎

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود

ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

یہ ایسے ہے جیسے ایک قندیل بنی ہے، پروانے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں، تو کعبہ یہ بھی ایک نور کی قندیل ہے جو روشن ہے ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتی، لیکن

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ تحریر کرتے ہیں کہ ہندوستانی حجاج کی ہزاروں کی تعداد ملے گی جس کے پاس وقت گذارنے کے لئے لایعنی باتوں یا فرائض کے بعد کھانے پینے کے سوا کوئی مشغلہ نہیں، حج سے فراغت کے بعد وقت ضائع نہ کیجئے اپنے لئے طواف کیجئے اپنے مرحوم عزیزوں دوستوں استادوں، محسنوں رفیقوں اور ساتھیوں کے لئے کیجئے، تنعیم جائیے اور عمرہ کیجئے زمزم سے خوب سیراب ہوئیے۔

حج کا عمل سنگ میل ثابت ہوتا ہے

حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندویؒ تحریر کرتے ہیں کہ حج کا عمل مسلمان کی زندگی میں سنگ میل ثابت ہوتا ہے، اوراس کو سنگ میل کی حیثیت بھی حاصل ہے، جو مسلمان حج سے نہ درست ہواس کو سمجھا جاتا ہے کہ اب یہ کسی اور طریقے سے درست نہ ہو سکے گا، اور جو حج کو جانے لگتا ہے اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب یہاں سے اس میں تبدیلی آئے گی۔

جب دید ہوگی تب عید ہوگی

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! عید کب ہوگی؟ جواباً فرمایا کہ جب دید ہوگی تب عید ہوگی، یعنی کعبۃ اللہ کی دید ہوگی تو ہماری عید ہوگی۔

آپ سب سے دست بستہ گذارش ہے کہ ان باتوں کو دل کی تختی پر لکھ لیجئے، اور وقت پر اس پر عمل کیجئے، اللہ تعالی ہم سب کو قابل عمل باتوں پر عمل کی توفیق بخشے۔آمین

موبائلی مسلمان

کہتے ہیں کہ آج کا مسلمان موبائلی مسلمان ہے، ہر چیز میں موبائل، عبادت جیسے مقدس عمل میں موبائل کا استعمال، اس تعلق سے ایک منظوم کلام ہے، سنئے، ؎

مری تصویر کھینچو میں عبادت کر رہا ہوں
بناؤ ویڈیو کہ میں اطاعت کر رہا ہوں
ملے گا جب ملے گا روز محشر اجر سارا
ابھی لائک کی خاطر ہی اشاعت کر رہا ہوں
غریبوں کی مدد چھپ کر بھلا کیونکر کروں میں
دکھانے کے لئے ہی تو سخاوت کر رہا ہوں
لگاؤ کیمرہ تھوڑا میرے نزدیک کرکے
پتہ سب کو چلے کہ میں تلاوت کر رہا ہوں
مری تقریر کی ہو دھوم سوشل میڈیا پر
اسی مقصد کی خاطر میں خطابت کر رہا ہوں
مجھے کیا واسطہ ہے ان غریبوں بے کسوں سے
میں اپنے نام کی خاطر یہ خدمت کر رہا ہوں
لگاؤں گا میں اسٹیٹس پہ حج عمرے کی فوٹو
اسی کے واسطے یہ ساری محنت کر رہا ہوں
مریضو! دم نہ توڑو ہے مرا اک کام باقی
مجھے لینی ہے سیلفی کہ عیادت کر رہا ہوں
رضائے خلق عاجز ہے مقدم اس جہاں میں

میں ڈرتے ڈرتے یہ کہنے کی ہمت کر رہا ہوں
ہاں میں ڈرتے ڈرتے یہ کہنے کی ہمت کر رہا ہوں

نکاح نعمت الٰہی ہے

ہے نکاح نعمت الٰہی
کرنی اس کی قدر چاہئے
زوجین کی اچھائیوں پر
سدا رہنی نظر چاہئے
ہو جائے کسی سے گر خطا
کرنا اسے درگذر چاہئے
ہے دونوں اک دوجے کے ہم سفر
موت تک رہنا جاری یہ سفر چاہئے
لگے اک کو چوٹ تو احساس دوجے کو ہوں
دونوں میں ہونی محبت اس قدر چاہئے (سلام لاجپوری)

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو وقت دے

محترم حضرات! نکاح کے بعد زوجین کو کن باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے، اس تعلق سے چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنی ہیں، اول چیز ہے زوجین کا ایک دوسرے کو وقت دینا، روایت میں ہے، ان لنفسک علیک حقا، وان لعینک علیک حقا، وان لزوجک علیک حقا، فرمایا کہ انسان کی ذات کا اس کے اوپر حق ہے، اس کی آنکھ کا اس کے اوپر حق ہے، اس کی بیوی کا

اس پر حق ہے (اسی طرح بیوی پر اس کے شوہر کا حق ہے) معلوم ہوا کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو وقت دے، ورنہ یاد رکھئے ، یہ رشتہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ جو وقت نہیں دیتا وہ محبت کیا دے گا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی ہر روز عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواج سے ملاقات کرنے کا تھا، حضرت ہر ایک زوجہ کے مکان پر تشریف لیجا کر ان کا حال احوال دریافت کرتے تھے۔

نرمی

دوسری چیز ہے، مزاج اور برتاؤ میں نرمی، عام طور پر میاں بیوی کا لہجہ ایک دوسرے کے ساتھ نا مناسب اور جارحانہ ہوتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے، بقول شخصے

اپنے لہجے پہ غور کر کے بتا

لفظ کتنے ہیں تیر کتنے ہیں

حدیث پاک میں آقا کا ارشاد ہے ”اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا، والطفهم باهله.

مفہوم یہ ہے کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس میں بطور خاص دو وصف ہوا ایک اس کے اخلاق اچھے ہو، دوم گھر والوں کے لئے نرم دل ہو، ہمارا حال الٹا ہے ہمارا رویہ گھر والوں کے ساتھ سخت اور باہر والوں کے ساتھ نرم ہوتا ہے، الا ماشاءاللہ۔

حدیث پاک میں ہے ''ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ،ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف ومالا یعطی علی ماسواہ (متفق علیہ)

اللہ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔

گجراتی میں کہاوت ہے کہ ہڈواس تھی کہے سوتو کوئی نی جوڑے کڑواس نہیں تھائے ،اور کسی نے کیا خوب لکھا ہے کہ

لوہا نرم ہوکر اوزار بن جاتا ہے۔

سونا نرم ہوکر زیور بن جاتا ہے۔

مٹی نرم ہوکر کھیت بن جاتی ہے۔

آٹا نرم ہوکر روٹی بن جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح اگر انسان بھی نرم ہوجائے تو لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالیتا ہے۔

نرمی کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے بھی لگائیے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کا درمیانی لفظ بھی وہی رکھا ہے جو نرمی کا مفہوم لئے ہوئے ہے اور وہ

ہے ”ولیتلطف،،

اس سے بڑھ کر نرمی کی اہمیت کیا ہوگی کہ خالق کائنات خود محبوب کائنات سے فرمارہے ہیں کہ ”فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك.

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے ، کیوں؟ اس لئے کہ بدخوئی اور سخت دلی لوگوں کو متنفر اور ان کے دلوں میں بغض پیدا کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح دل نرم ہے یہ بھی نرمی سے نرم ہوتا ہے، گجراتی میں کہاوت ہے کہ ”دل چھے نرم دل تھی نارم،،

اس تعلق سے کسی شاعر کا بہت اچھا شعر ہے کہ ؎

عجیب درد ہے دل کے کونے میں
سکوں مل رہا ہے مجھ کو آج رونے میں
یہ کیا کہ پھینک دیا استعمال کرتے ہی
ذرا سا فرق تو رکھو دل اور کھلونے میں

اللہ کو دل اور زبان کا سخت ہونا پسند نہیں

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کو دل اور زبان کا سخت ہونا پسند نہیں ہے، اسی

لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بغیر ہڈی کے بنایا ہے، انہیں نرم ہی رکھنا ہے، یہ نرم کیسے ہوں گے؟ نسخہ یہ ہے کہ دل محبت سے نرم ہوگا اور زبان اخلاق سے، شعر ہے کہ ؎

خدا کو ناپسند تھی سختی زبان میں
اس لئے پیدا نہ کی ہڈی زبان میں

یزیداور بایزید

خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ کا ملفوظ ہے کہ ہم لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ہمارا رویہ گھر والوں کے ساتھ یزید جیسا اور باہر والوں کے ساتھ بایزید جیسا ہوتا ہے، الا ماشاء اللہ، اسی بات کو کسی نے ایک اور انداز میں بیان کیا ہے کہ ہمارا حال یہ ہے کہ باہر بڑائیاں اور گھر میں لڑائیاں، اس کو دیکھ کر گھر والے شاعر کی زبان میں یوں کہتے ہوں گے کہ ؎

رفعتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بس ہم گھر والوں پر

معافی

سڑک کتنی بھی صاف ہو دھول تو ہو ہی جاتی ہے
انسان کتنا بھی اچھا ہو بھول تو ہو ہی جاتی ہے
کون ہے جو خطا سے پاک ہے
وہ تو صرف خدا کی ذات ہے

انسان سے تو غلطی ہوتی رہتی

سلام دن رات ہے

(سلام لاجپوری)

قرآن کریم میں ہے "**فمن عفا و اصلح فاجره علے الله**"، مفہوم یہ ہے کہ جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمے ہے۔

و العافین عن الناس

اللہ تعالی نے صالحین کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ "**و العافین عن الناس**"، کہ وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن عرش سے ایک منادی اعلان کرے گا کہ اے لوگو! جس کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو صرف وہی کھڑا ہو گا جس نے دنیا میں معاف کیا ہو گا۔

ایک اور حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ

صل من قطعک، واعف عمن ظلمک، واحسن الی من اساء الیک

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی تلوار اپنے ہاتھ میں لی اس میں میں نے ایک رقعہ پایا اس میں لکھا تھا۔

صل من قطعک، واحسن الی من اساء الیک، وقل الحق ولوعلی نفسک

جو تیرے ساتھ قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، جو تیرے ساتھ برا معاملہ کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اور حق بات کہہ اگر چہ وہ تیری ذات کے خلاف ہو۔

اللہ تعالیٰ اس سے حساب آسان لے گا

ایک اور حدیث مبارک میں ہے

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاث من کن فیه حاسبه الله حسابا یسیرا وادخله الجنة برحمته،قالوا، لمن یا رسول الله؟قال،تعطی من حرمک،وتعفو عمن ظلمک،وتصل من قطعک،قال فاذا فعلت ذلک،فمالی یا رسول الله،قال ان تحاسب حسابا یسیرا ویدخلک الله الجنة برحمته(المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین صفات ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا،صحابہ کرام

نے عرض کیا یا رسول اللہ! کن (صفات والوں) کو؟ آپ نے فرمایا! جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر، اور جو تجھ سے (رشتہ داری اور تعلق) توڑے تو اس سے جوڑ، صحابی نے عرض کی! یا رسول اللہ! اگر میں یہ کام کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ سے حساب آسان لیا جائے گا اور تجھے اللہ تعالی اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے گا۔

اللہ تعالی قابل عمل باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

نئی روشنی

تیرا اے نئی روشنی منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا
بظاہر تو یہ باہم بڑی یاریاں ہیں
دلوں کو ٹٹولوں تو بیزاریاں ہیں
جو اب یاریاں ہیں وہ عیاریاں ہیں
کہ در پردہ کیا کیا ستم گاریاں ہیں
دغا مکر و حرص و ہوا دل کے اندر
حسد بغض کبر و ریا دل کے اندر
نہیں اس زمانے میں کیا دل کے اندر
نہیں ہے تو خوف خدا دل کے اندر
بظاہر تو ہر شئی میں بے حد صفائی
مگر دل میں ہے گندگی انتہائی
کبھی اس کے دھوکے میں آنا نہ بھائی
یہ ہے سب ریائی یہ ہے سب ریائی
غضب ہے یہ تہذیب نو کی وبا بھی
ہر ایک مبتلا ہے برا بھی بھلا بھی

کوئی آخر اس کے اثر سے بچا بھی
کہ چھوٹا نہ مجذوب سا باخدا بھی
تیرا اے نئی روشنی منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

بعدازخطبہ

ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم ازواجا وذرية

نکاح کےتعلق سے چندآیات کریمہ

محترم حضرات!اولاً نکاح کےتعلق سے چندان آیات کریمہ کوذ کرتا ہوں جن میں کسی نہ کسی انداز سے نکاح کا ذکر ہوا ہے،بعدہ چنداحادیث پیش کروں گا،ان شاءاللہ۔

(۱)یا ایها الناس التقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء ا.

ترجمہ۔اے لوگو!اپنے رب سے ڈروجس نےتمہاری پیدائش ایک جان سے کی،پھراسی سےاس کا جوڑ پیدا کیا پھران دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کوپھیلا دیا۔

(۲)ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم ازواجا وذرية

ترجمہ۔ہم نےآپ سمیت تمام نبیوں کو بیوی بچوں والا بنایایعنی وہ شادی شدہ تھے،اسی سے ملتی جلتی بات حدیث پاک میں ہے،آقا نےفرمایا

عن ابی ایوب الانصاریؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع من سنن المرسلین الحیا،والتعطر،والسواک،والنکاح(ترمذی شریف)

(۳)ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ،ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون.

ترجمہ۔اوراس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان کی طرف سے سکون پاؤ،اوراس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جوغوروفکر کرتے ہیں۔

(۴)فانکحوا ماطاب لکم من النساء

ان عورتوں سے نکاح کرو جوتمہارے لئے پسندیدہ اورحلال ہو۔

(۵)والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اذا آتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسٰفحین ولا متخذی اخدان ومن یکفربا لایمان فقد حبط عملہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین.

ترجمہ۔اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں جبکہ تم ان کے مہرادا کرومگرشرط یہ ہے کہ تم انہیں نکاح میں لانے والے ہو،نہ کہ محض ہوس پوری کرنے کی خاطر اعلانیہ بدکاری کرنے والےاور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے اور جوشخص احکام الٰہی پرایمان لانے سے انکارکرےتو اس کا سارا عمل برباد ہوگیا اور وہ آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

(۶)وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنیهم الله من فضله،والله واسع علیم.

اورتم اپنے بے نکاح مردوں اورعورتوں کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا اگر وہ فقیر ہیں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللہ وسعت والا بہت جاننے والا ہے۔

مذکورۂ بالا سورۂ نور کی آیت ہے اس سورت میں زیادہ تر احکام زنا اس کے دواعی اور محرکات سد باب اور عفت و پاک دامنی سے متعلق ہے اور نکاح کرنا زنا کا سد باب ہے۔

نکاح کے تعلق سے چند احادیث

(۱)عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع من سنن المرسلین الحیاء،والتعطر،والسواک،والنکاح(ترمذی)

ترجمہ۔چار باتیں تمام انبیاء کی سنتیں ہیں،حیا،خوشبو،مسواک اور نکاح۔

(۲)عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه مرفوعاً یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء(مسلم)

اے نوجوانوں کی جماعت!تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ

نکاح کرلے اس سے نگاہ قابو میں رہتی ہے اور شرمگاہ بھی محفوظ ہو جاتی ہے، اور جو شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے چاہئے کہ وہ کثرت سے روزے رکھے۔

تشریح۔علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس وجہ سے کسی عورت سے نکاح کرے گا کہ اس کی نظر نیچی رہے یا اس کی شرمگاہ گناہ سے بچی رہے یا رشتہ جوڑنے کے لئے نکاح کرے گا اللہ تعالی اس نکاح میں برکت دے گا۔

(۳)عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تزوج العبد فقد استكمل نصف دينه فليتق الله في النصف الباقي (بیہقی)

مفہوم۔جس شخص نے شادی کرلی تو اس نے اپنا نصف ایمان بچالیا تو اب بقیہ نصف کے لئے اللہ کا تقوی اختیار کرے۔

(۴)عن ابی هريرةؓ قال قال النبي صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك. (متفق علیه)

مفہوم۔نکاح کیا جاتا ہے عورت سے اس کے مال کی وجہ سے، خاندانی شرافت کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور دینداری کی وجہ سے پس دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔

تشریح۔دین کی وجہ سے شادی کی سردست چار مثالیں (۱) حضرت زید بن

حارثہؓ کی شادی زینب بنت جحشؓ سے (۲) اور اسامہ بن زیدؓ کی شادی فاطمہ بنت جحشؓ سے ہوئی جو قریش سے تھی (۳) اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بہن کی شادی حضرت بلالؓ سے ہوئی (۴) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقیر تھے ان کی بیوی مالدار تھی۔

(۵) **عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذاخطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد عریض** (ترمذی)

جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کی دینداری اور اخلاق سے تمہیں اطمینان ہو تو اس سے شادی کر دو اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد عظیم برپا ہوگا۔

(٦) **عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المراة الصالحة** (مسلم)

مفہوم۔ دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

(۷) **عن نافع بن عبد الحارث عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من سعادة المرء المسلم المسکن الواسع، والجار الصالح، والمرکب الهیء** (الادب المفرد)

مفہوم۔ ابن آدم کی سعادت کی تین چیزیں ہیں نیک بیوی، آرام دہ

مکان،اورآرام دہ سواری۔

(۸)عن انسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا بالباء ۃ وینھی عن التبتل نھیا شدیدا،ویقول تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ(احمد)

مفہوم۔حدیث بالا کے آخری حصہ کا ترجمہ کررہاہوں،آقا نے فرمایا کہ محبت کرنے والی اورزیادہ بچہ جننے والی عورت سے نکاح کرو۔

اس تعلق سے اکبرالہ آبادی کا شعر ہے کہ ۔

عاشقی جب قید شریعت میں آجاتی ہے

کثرت اولاد کا پھل دے جاتی ہے

حضرت معقل بن یسارؓ نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک عزت والی مالدار منصب والی عورت مجھے مل رہی ہے لیکن وہ بانجھ ہے،کیا میں نکاح کرلوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا وہ پھرآیا پھر منع کیا وہ پھرآیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’تزوجوا الولود الودود ،،

(۹)عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی وتزوجوا فانی مکاثر بکم الامم ومن کان ذا طول فلینکح ومن لم یجد فعلیہ بالصیام فان الصوم لہ وجاء(ابن ماجہ)

مفہوم۔نکاح میری سنت اور میرا طریقہ ہے،جو میری سنت پرعمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں ہے،تم لوگ شادی کرواس لئے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر (قیامت کے دن) فخر کروں گا اور جو صاحب استطاعت ہوں شادی کریں اور جس کو شادی کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے،اس لئے کہ روزہ اس کی شہوت کو کچلنے کا ذریعہ ہے۔

(۱۰)عن انس بن مالکؓ يقول جاء ثلاثه رهط الى بيوت ازواج النبى صلى الله عليه وسلم يسالون عن عبادة النبى فلما اخبروا كانهم تقالوها فقالوا واين نحن من النبى صلى الله عليه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر قال احدهم اما انا فانى اصلى الليل ابدا،وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر،وقال آخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا،فجاء اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا؟اما والله انى لاخشاكم لله واتقاكم له،لكنى اصوم و افطر،واصلى وارقد،واتزوج النساء،فمن رغب عن سنتى فليس منى (بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے جب انہیں آپ کے عمل کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ

ہمارا آپ سے کیا مقابلہ آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں،ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا،دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا،تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالی سے ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن اگر میں روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں (رات میں) نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔

(۱۱)عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یُر للمتحابین مثلُ النکاح(ابن ماجہ)

ہم نے دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح جیسی (بہترین اور) کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(۱۲)عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبة الحاجة ان الحمد للہ نستعینه ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یهدہ اللہ فلا مضل له ولم یضلل فلا هادی له واشهد ان لاالٰہ الااللہ واشهد ان محمدا عبدہ ورسوله،یاایها الذین

آمنوا التقوا الله حق تقته ولا تموتن الا وانتم مسلمون،یاایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساءً واتقوا الله الذی تساء لون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا،یاایها الذین آمنوا التقوا الله وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما (ابوداود)

مفہوم۔حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حاجت وضرورت کے لئے یہ خطبہ سکھایا تھا،یقیناً تمام تعریفیں اللہ تعالی ہی کے لئے ہیں،ہم اس کی تعریف کرتے ہیں،اس کی مدد مانگتے ہیں،اوراسی سے بخشش مانگتے ہیں،ہم اپنے نفسوں کے شراوراپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالی کی پناہ میں آتے ہیں،جسے اللہ تعالی ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ اپنے در سے دھتکاردے اس کے لئے کوئی رہبر نہیں ہوسکتا،اورمیں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالی ہے،وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں،اے لوگو!جو ایمان لائے ہواللہ تعالی سے اس طرح ڈروجس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے،اورتمہیں موت نہ آئے مگراس حالت میں کہ تم مسلمان ہو،اے لوگو!اپنے رب سے ڈروجس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اوراسی سے اس کا جوڑا پیدا کرکے ان دونوں سے

مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیئے، اور اللہ تعالی سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو، اور رشتے توڑنے سے ڈرو بیشک اللہ تعالی تم پر نگہبان ہے، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ تعالی سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو، وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخشدے گا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی بہت بڑی کامیابی۔

(۱۴)عن عائشة قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم ان اعظم النكاح بركة ایسره مؤ نة(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

مفہوم۔ وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم ہوں۔

(۱۵)عن عائشةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف (ترمذی شریف)

مفہوم۔ نکاح اعلانیہ کرواسے مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

(۱۶)عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاثة حق علی الله عونهم، المجاهد فی سبیل الله، والمكاتب الذی یرید الاداء، والناكح الذی یرید العفاف(ترمذی شریف)

مفہوم۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ تعالی پر حق ہے،ایک وہ مکاتب غلام جو(مکاتبت کی مقررہ)رقم ادا کرنا چاہتا ہے،دوسرا ایسا نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہے،تیسرا مجاھد۔

(۱۷)عن ابن عمرؓ کان یقول نهی النبی صلی الله علیه وسلم ان یبیع بعضکم علی بیع بعض ولا یخطب الرجل علی خطبة اخیه الله حتی یترک الخاطب قبلة او یاذن له الخاطب (بخاری)

تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح نہ دے تاوقتیکہ اس سے پہلے پیغام نکاح دینے والا خود چھوڑ دے یا پیغام نکاح دینے والا اجازت دیدے۔

(۱۸)عن عقبة بن عامرؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لرجل اترضی ان ازوجک فلانة قال نعم وقال للمراة اترضین ان ازوجکِ فلانا ؟قالت نعم فزوج احدهما الآخر (ابوداود)

مفہوم۔حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں عورت سے کرادوں؟اس نے کہا ہاں!پھر آپ نے عورت سے کہا کہ کیا تمھیں پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں مرد سے کرادوں اس نے کہا ہاں!لہذا آپ نے ان کی شادی کرادی۔

(۱۹)عن المغیرة بن شعبةؓ قال خطبت امراة فقال لی رسول

اللـه هـل نـظرت اليها ؟قلت لا قال فانظر اليها فانی اخری ان یو دم بینکما (ابن ماجہ)

مفہوم۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عہد رسالت میں ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں،آپ نے فرمایا اسے دیکھ لو،اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں الفت پیدا ہو جائے۔

(۲۰)عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اليتيـمة تستامر فی نفسها فان صمتت فهو اذنها،وان ابت فلا جواز عليها (ابوداود)

مفہوم۔یتیم (بالغ لڑکی) سے اس کے نکاح کے متعلق پوچھا جائے گا اگر وہ خاموش رہے تو یہی اس کی اجازت ہے،اور وہ انکار کردے تو پھر زبردستی اس کا نکاح کرنے کا جواز نہیں۔

(۲۱)عـن خنساء بنت خدام الانصارتية ان اباها زوجها وهی تیب فـكـرهـت ذلـک،فـاتـت رسول الله صلی الله علیه وسلم فرد نکاحه (بخاری)

مفہوم۔حضرت خنساء بنت خذام انصاریہؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ بیوہ تھیں اوران کے والد نے ان کا نکاح کردیا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتی تھیں، چنانچہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اس بات کا ذکر کیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا۔

(۲۲)عن ابن عباسؓ ان جارية بكرا اتت النبى صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهى كارهة فخيرها النبى (ابوداود)

مفہوم۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے تو آپ نے اسے اختیار دیا کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

(۲۳)عن ابى هريرةؓ ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا رفا الانسان اذا تزوج قال بارک الله لک،وبارک عليک،وجمع بينكما فى خير (ابوداود)

مفہوم۔حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے شادی کی ہے،تو فرماتے اللہ تعالی تیرے لئے برکت کرے اور تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو خیر و بھلائی میں جمع کر دے۔

(۲۴)عن ابن عباسؓ يبلغ به النبى صلى الله عليه وسلم قال لو ان احدكم اذا اتى اهله قال باسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا فقضى بينهما ولد لم يضره (بخاری)

مفہوم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے،اللہ کے نام کے ساتھ،اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ،اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے،یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر وقسمت میں جو اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(۲۵)عن ابی ذرؓ ان ناسا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم قالوا،للنبی یا رسول الله!ذهب اهل الدثور بالاجور یصلون کما یصلی ویصومون کما تصوم ویتصدقون بفضول اموالهم،قال اولیس قد جعل الله لکم ماتصدقون؟ان بکل تسبیحة صدقة،وکل تکبیرة صدقة،وکل تحمیدة صدقة،وکل تهلیلة صدقة،وامر بالمعروف صدقة،ونهی عن منکر صدقة،وفی بضع احدکم صدقة،قالوا،یا رسول الله ایاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجر؟قال ارایتم لو وضعها فی حرام اکان علیهه فیها وزر؟فکذلک اذاوضعها فی الحلال کان له اجرا(مسلم)

مفہوم۔حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ساتھیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا،اے اللہ کے رسول !سرمایہ دار اجروثواب لے گئے،وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں،ہماری طرح

روزے رکھتے ہیں،اورضرورت سے زائد مالوں کوخرچ کرتے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کیا اللہ تعالی نے تمہارے لئے صدقہ کرنے کی صورت نہیں پیدا کی؟ایک دفعہ **سبحان الله** کہنا صدقہ ہے،اورایک دفعہ **الله اکبر** کہنا صدقہ ہے،ایک دفعہ **الحمد لله** کہنا صدقہ ہے،اورایک دفعہ **لاالہ الاالله** کہنا صدقہ ہے،نیکی کی تلقین کرنا صدقہ ہے،اور برائی سے روکنا صدقہ ہے،اور بیوی سے تعلقات قائم کرنا بھی صدقہ ہے،صحابہ کرام نے پوچھا کیا جب ہم میں سے کوئی اپنے نفسانی خواہش (جنسی ضرورت)پوری کرتا ہے اس میں بھی اسے اجر ملتا ہے؟ آپ نے جواب دیا بتاؤ!اگر وہ اسے حرام جگہ استعمال کرتا ہے تو کیا اسے اس پر گناہ ہوتا ہے یانہیں؟اسی طرح جب وہ اسے جائزمحل پر رکھتا ہے تو اسے اجر بھی ملتا ہے۔

(۲۶)عن ابی هريرةؓ قال قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم ای النساء خير؟قال التی تسره اذا نظر وتطيعه اذا امر ولا تخالفه فی نفسها وما لها بمايكره (نسائی)

مفہوم۔حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی عورت سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسی عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے جب وہ اسے کسی کام کا حکم دے تو وہ اسکی اطاعت کرے اس کی جان اور مال کے

حوالے سے اس کا شوہر جس چیز کو بھی ناپسند کرتا ہو اس میں مخالفت نہ کرے۔

(۲۷)عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلت المراة خمسها،وصامت شهرها،وحصنت فرجها،واطاعت زوجها قیل لها ادخلی من ای ابواب الجنة شئت (ابن حبان،مجمع الزوائد)

مفہوم۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت پانچ نمازیں ادا کریں،رمضان المبارک کے روزے رکھے،اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے اسے (روز قیامت) کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جا۔

مقصد نکاح

بزرگان محترم!شریعت میں نکاح کا مقصد ہے تادم حیات اس مقدس رشتے کو نبھانا نکاح کا معنی آتا ہے لغت میں دو متضاد چیزوں کا آپس میں اس طرح مل جانا کہ اس کو جدا کرنا ممکن نہ ہو اور اس کی مثال دی ہے جیسے بارش کا پانی آسمان سے گر کر زمین میں جذب ہو جاتا ہے،اور جس طرح سرمہ آنکھوں میں جا کر جذب ہو جاتا ہے،اور جیسے شکر دودھ میں جا کر جذب ہو جاتی ہے،ٹھیک اسی طرح میاں بیوی نکاح کے بندھن میں بندھنے کے بعد ''یک جان دو قالب،، ہونا چاہئے،،دور حاضر میں نکاح کا یہ مقصد فوت ہو رہا ہے،چھوٹی چھوٹی باتوں میں غصہ

میں آ کر رشتہ نکاح کو ختم کر دیا جاتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے، بندے کی ایک رباعی ہے۔

رشتہ نکاح کی قدر کیجئے
کچھ اونچ نیچ ہو جائے تو صبر کیجئے
یہ رشتہ بڑا مقدس رشتہ ہے
جلد بازی میں نہ اسے ختم کیجئے

ایک اور رباعی ہے کہ۔

کسی رشتہ میں بار بار جھگڑا اچھا نہیں ہوتا
مسلسل ایک زمیں پر زلزلہ اچھا نہیں ہوتا
تعلق توڑنے سے قبل ٹھنڈے دل سے سوچو
کہ غصہ میں کوئی بھی فیصلہ اچھا نہیں ہوتا

ڈولی میں بیٹھ کر گئی ہے کھٹولی میں سو کر نکلنا

ہمارے یہاں شادی کے موقعے پر بڑے بوڑھے دولہن سے کہا کرتے تھے کہ ڈولی میں بیٹھ کر جس گھر جارہی ہے کھٹولی میں سو کر اس گھر سے نکلنا یعنی اب اس گھر سے وقت مقررہ پر تیرا جنازہ نکلے، آج کل عام طور پر دلہن کار میں بیٹھ کر اپنے سسرال اور شوہر کے گھر جاتی ہے، پہلے ایسا ہوتا تھا کہ دلہن کو پالکی میں بٹھا کر شوہر کے گھر پہنچایا جاتا تھا اس جانب اشارہ ہے کہ تجھے ماں باپ کے گھر سے پالکی

میں بٹھا کر چند آدمی کندھے پر سوار کر کے لیجارہے ہیں اب یہ نکاح کا رشتہ ایسا پائیدار اور پختہ ہونا چاہئے کہ تو اپنے شوہر کے گھر سے کھٹولی یعنی جنازہ میں لیٹ کر چند آدمیوں کے کندھے پر سوار ہوکر اپنی آخری منزل یعنی قبر گاہ تک پہنچے۔

مثال۔ پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ کے بیانات میں ہے، حضرت نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت نے اپنا ذاتی نیا مکان بنوایا اور والدہ سے درخواست کی کہ آپ پرانے مکان سے جو والد صاحب کی رہائش گاہ تھی اور جہاں والدہ بیاہ کر آئی تھی نئے مکان میں ان کے ساتھ منتقل ہو جائے، اس پر والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں اس گھر سے کسی اور مکان میں منتقل نہیں ہوں گی جہاں میں بیاہ کر آئی تھی، میں اس مکان میں ڈولی میں بیٹھ کر بیاہ کر آئی تھی اب یہاں سے کھٹولی میں لیٹ کر ہی نکلوں گی۔

باہر بڑائیاں اور گھر میں لڑائیاں

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے گھر والوں پر

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم باہر تو لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور گھر میں وائف اور گھر والوں کے ساتھ بد سلوکی، لڑائی، جھگڑے کرتے ہیں، حضرت جس کو یوں تعبیر کرتے تھے کہ باہر (یعنی گھر سے باہر) بڑائیاں اور گھر میں لڑائیاں ہوتی ہیں، تو ایسا

نہیں ہونا چاہئے، آقا کا ارشاد ہے کہ ''خیر کم خیر کم لاهله، وانا خیر کم لاهله ''، حضرت کی اس سلسلہ میں ایک اور اصطلاح وتعبیر تھی کہ ''ہم میں سے بہت سوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ہم گھر میں '' مثل یزید'' ہوتے ہیں اور گھر سے باہر ''بایزید'' بن رہے ہوتے ہیں۔

ہر چیز کو جوڑنے کا ایک آلہ ہوا کرتا ہے

ہر چیز کو جوڑنے کا ایک آلہ ہوا کرتا ہے، نکاح کے رشتے کو جوڑنے اور باقی رکھنے کا بھی ایک آلہ ہے اس کا نام ہے ''محبت''، تو میاں بیوی دونوں اس طرح سے آپس میں زندگی گذارے اور ایسے اعمال کرے کہ جس سے آپس میں محبت پیدا ہو اور نہ صرف محبت پیدا ہو بلکہ اس میں دن بدن اضافہ ہو، بقول شاعر ؎

محبت کہہ کے تو دیکھو ہونٹوں سے یوں ہونٹ ملتے ہیں
محبت کر کے تو دیکھو دو دلوں میں کیسے پھول کھلتے ہیں
جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
محبت کے بدلے محبت ہی ملتی ہے نہ مانے تو کر کے دیکھ

خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے کہ آدمی کو جو اسلام پر اعتراض ہوتا ہے اس کی وجہ محبت کی کمی ہے پھر حضرت نے مثال دی کہ ایک آدمی کے گھر میں بہت سارے سوراخ تھے وہ اس کو ایک ایک کپڑا لے کر بند کر رہا تھا، تو کسی نے کہا کہ یہ سب سوراخ کب بند کرو گے، ایک کام کرو ایک بڑا

سا صافہ یا چادر اس پر رکھ دو اس طرح سارے سوراخ بند ہو جائیں گے۔

نیز فرماتے تھے کہ ایک بڑے میاں کے گھر میں اندھیرا رہتا تھا تو کیڑے مکوڑے بہت پریشان کرتے تھے، کسی نے کہا کہ چراغ جلا دو اندھیرا دور ہو جائے گا، تو سارے کیڑے مکوڑے خود بخود بھاگ جائیں گے، تو دل کو بھی گھر سمجھے اس میں محبت کا چراغ روشن کر دو گے تو میاں بیوی کے ایک دوسرے پر اعتراضات اور شکایتیں دور ہو جائیں گی اور محبت کا چراغ روشن رہے گا۔

حضرتؒ نے ایک اور مثال دی کہ ایک آدمی ہے کبھی اس کا کان درد کرتا ہے تو کبھی آنکھ درد کرتی ہے تو کبھی ہاتھ درد کرتا ہے اور کبھی پاؤں درد کر رہا ہے، یہ سب کیوں ہو رہا ہے، اس کی وجہ کمزوری ہے، تو چاہئے کہ کوئی ایسا ٹانک لے کہ ساری کمزوری ختم ہو جائے تو بات ختم، اسی طرح میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے دل میں محبت کا ٹانک پیدا کر لے تو تمام شکایتیں ختم۔

محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کبھی ناراضگی نہ ہو

محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کبھی ناراضگی نہ ہو، ناراضگی ہوگی مگر وقتی ہوگی، اور صرف زبان پر ہوگی دل میں نہیں ہوگی، (حضرت عائشہؓ کا واقعہ پیچھے گذرا) اسی کو کہنے والے نے کہا ہے کہ ؎

رشتہ دل سے ہونا چاہئے شبدوں سے نہیں
ناراضگی شبدوں میں ہونی چاہئے دل میں نہیں

جگر مرادآبادی کا ایک شعر ہے۔

محبت صلح بھی پیکار بھی ہے
یہ شاخ گل بھی ہے تلوار بھی ہے

بات کو من میں نہیں رکھنا چاہیئے

میاں بیوی کو ایک بات یاد رکھنا چاہیئے کہ کبھی آپس میں کوئی بات ہو جائے تو آپس میں بات چیت سے مسئلے کو سلجھا لے، بات کو من میں نہیں رکھنا چاہیئے، ورنہ اس کے نتائج اچھے نہیں ہوتے، کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ

man nu man ma rakhta nahi tak male tiya boli dejo
gunch banwani rah na jota ganth male tiya kholi dejo

ہم سائے کا جیون پر اثر ہوتا ہے

ہم سائے کا اپنے جیون پر اثر ہوتا ہے
جیسا ہوتا ہے ہم سفر ویسا ہی سفر ہوتا ہے

شریعت مطہرہ نے اسی لئے نکاح میں دین کو ترجیح دی ہے کہ لائف پارٹنر اور جیون ساتھی اگر نیک ہوگا تو دین پر چلنا اور دین پر جمنا آسان ہوگا، ورنہ ہو سکتا ہے کہ جیون ساتھی بے دین ہو تو وہ اپنے ساتھی کو بھی اپنے جیسا یعنی بے دین

بنادے، کہا جاتا ہے کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، اسی لئے آقا نے فرمایا کہ ''تنکح المراۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین''۔

اس رشتہ میں انا کو مت آنے دے

کوئی روٹھے اگر تو اسے فوراً منا لینا

کہ انا کی جنگ میں اکثر جیت جدائی کی ہوتی ہے

میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں تو آپس میں کچھ نہ کچھ کہا سنی ہو ہی جاتی ہے، اور کہا سنی کے نتیجے میں کبھی ایک دوسرے سے ایک روٹھ بھی جاتا ہے، اگر ایسا ہو تو دوسرے کو فوراً منا لینا چاہئے، ورنہ پھر بات دھیرے دھیرے بگڑنے لگتی ہے اور معاملہ جدائی اور طلاق تک پہنچ جاتا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

کوئی روٹھے تو اسے منانا سیکھو

کوئی ٹوٹے تو اسے سجانا سیکھو

رشتے تو بنتے ہیں مقدر سے

انہیں خوبصورتی سے نبھانا سیکھو

رشتہ بنائے رکھنا ہے تو معاف کرنا اور بھولنا سیکھو

بھولنے کی ساری باتیں یاد ہے

اسی لئے زندگی میں وِواد ہے

جب کسی کے ساتھ عمر بھر کا ساتھ نبھانا ہوتو اپنے دل میں ایک قبرستان بنالو، جہاں آپ اس کی غلطیوں کو دفنا سکو، کسی بھی رشتے کوتا عمر باقی رکھنا ہوتو طرفین کو دل بڑا رکھنا پڑتا ہے، ایک دوسرے کو معاف کرنا پڑتا ہے، مگر آج کل ہمارا حال یہ ہوگیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کرنا ہی بھول گئے ہیں، کہتے ہیں کہ

E lastic wara kapra paherwana rawade jiyar

thi manav charyo che

manas bandh chod karwuj bholi gayo che

کمی کس میں نہیں ہوتی، سب میں ہوتی ہے، کبھی نظر انداز کرنا پڑتا ہے اور کبھی معاف کرنا پڑتا ہے، بقول شاعر ؎

کون ہے جس میں کمی نہیں ہے
آسمان کے پاس بھی تو زمیں نہیں ہے

جینے کا مزہ

میاں بیوی میں آپس میں محبت ہوتو پھر زندگی جینے کا مزہ اور لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے، پھر شوہر کا کام پر سے گھر آتے وقت یہ حال ہوتا ہے کہ ؎

جیسے جیسے در محبوب قریب آتا ہے
دل یہ کہتا ہے پہنچوں میں نظر سے پہلے

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

میاں بیوی میں یہ وصف بھی ہونا چاہئے

میاں بیوی میں یہ وصف بھی ہونا چاہئے کہ دونوں ایک دوسرے کی اچھائی کی کھل کر تعریف کرے اور ایک دوسرے کے اچھے کام کو اپریشیڈ کرے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا **ای الناس احب الیک**،، لوگوں میں آپ کو کون پیارا ہے، فرمایا عائشہؓ نیز آقا نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ اے فاطمہ! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تم اس سے محبت نہیں کروگی، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کیوں نہیں، فرمایا عائشہ سے محبت کر (مسلم)

ایک اور ارشاد ہے فرمایا کہ عائشہ کی تمام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ ثرید کی تمام کھانوں پر (ابن ماجہ)

حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو ثرید سے اس لئے تشبیہ دی کہ یہ کھانا عرب کے کھانوں میں سب سے افضل کھانا ہے، ایک موقع پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ ہائے میری دلہن (مسند احمد)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو، حضرت عائشہؓ مسکرا کر کہنے لگیں اے اللہ کے نبی! آپ مجھے مکھن اور شہد ملا کر کھانے سے زیادہ

محبوب ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا حمیرا تمہارا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ میں حیض سے ہوتی اور گوشت دار ہڈی حضور کو پیش کرتی جسے میں نے استعمال کیا ہوتا تو آپ اپنا منہ مبارک اسی جگہ رکھتے جس جگہ میں نے رکھا تھا، اور جس پیالہ میں میں نے مشروب پیا ہوتا آپ اسی جگہ منہ لگا کر مشروب نوش فرماتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہؓ کی باری پر ان کے حجرے میں تشریف لاتے تو آپ فرماتیں

لنا شمس وللآفاق شمس

و شمسی خیر من شمس السماء

فان الشمس تطلع بعد فجر

وشمسی طالع بعد العشاء

مفہوم۔ ایک سورج تو ہمارا ہے، اور ایک سورج آسمان کا ہے، میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے، کیونکہ آسمان کا سورج تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

زوجین اک دوجے کو اچھے القاب سے یاد کرے

میاں بیوی ایک دوسرے کو اچھے القاب سے پکارے، ہمارے یہاں یہ

دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اس معاملے میں عمل کی نیت سے سنتے چلتے ہیں، روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو حمیرا کہہ کر بھی پکارتے تھے، حمیرا کا معنی ہے گوری چٹی مگر ہمارے یہاں تو یہ حالت ہے کہ یا تو برے القاب سے پکارتے ہیں جیسے جاڑی، موٹی، بھینس، کوتری، دوبری اور اگر بہت اچھی طرح پکارا بھی تو ایک صاحب کہتے ہیں کہ یوں کہیں گے

lagan aetle sambhro thi laine bera thai gaya

cho sudhi no safar

اسلام میں ایک پسندیدہ عمل

میاں بیوی میں اگر کبھی جھگڑا ہو جائے تو خاندان یا قریبی لوگوں کو ان میں صلح کرا دینا چاہیئے، اسلام میں صلح کرانے کے عمل کو خوب سراہا گیا ہے، اور جھگڑے کو بیحد ناپسند کیا گیا ہے، اندازہ لگایئے صلح کرانے کی خاطر کتنی بڑی اجازت دی گئی، حدیث پاک میں ہے۔

لا یحل الکذب الا فی ثلاث یحدث الرجل امراته لیرضیها والکذب فی الحرب والکذب لیصلح بین الناس (ترمذی حدیث نمبر ۱۹۳۹)**وفی روایة وحدیث المرأہ زوجها** (مسلم)

جھوٹ جائز نہیں ہے مگر تین باتوں میں، آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے

کے لئے اس سے کوئی خلاف واقعہ بات کہے، جنگ کے موقعہ پر، اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی خاطر۔

اوپر جو بیوی کا ذکر آیا اس کی اجازت اس وقت ہے جبکہ آپس میں محبت و مؤدت اور دائمی الفت پیدا کرنا ہو تا کہ خاندان کا شیرازہ نہ بکھرے، اس سے وہ جھوٹ مراد نہیں ہے جو حقوق مارنے کا باعث بنتا ہو، یا پھر واجبات و فرائض سے فرار ہونے کا باعث بنتا ہو۔

قرآن کریم میں ہے ''والصلح خیر،، اور صلح بہتر ہے، اسلام میں صلح کرانا ایک عظیم نیکی ہے، حضرت سہل بن ساعدیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں مصالحت کے لئے (صلح کرانے کے لئے) تشریف لے گئے، ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس عمل میں ممکن ہو تو اپنا رول ادا کرنا چاہئے۔

شیخ سعدیؒ نے کتنی پیاری بات لکھی ہے کہ ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز،، مصحت آمیز جھوٹ فتنہ برپا کرنے والے سچ سے بہتر ہے۔

مثلا کوئی شخص ظالم کے خوف سے چھپا ہوا ہے ظالم تلاش کرتے ہوئے آیا ہم نے کہا معلوم نہیں تو یہ جائز بلکہ واجب ہے، اسی طرح انسان اپنی جان بچانے پر مجبور ہو جائے یا نا قابل برداشت ظلم کا اندیشہ ہو تو جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔

الغرض! جھوٹ کا ایک موقعہ ہے ''لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا.

وفی روایۃ لیس بالکاذب من اصلح بین الناس فقال خیرا او نما خیرا.

نیز سورۂ نساء میں آیت نمبر ۱۲۸ ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ''وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا، ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما، ان اللہ کان علیما خبیرا.

ترجمہ۔اور اگر تمہیں میاں بیوی میں کشیدگی کا اندیشہ ہوتو ایک ثالث (فیصلہ کرنے والا) مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے بھیجو، اگر وہ (دونوں) صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالی ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا، بیشک اللہ تعالی خوب جاننے والا خبر دار ہے۔

بعد از خطبہ

نکاح کی دو بنیادی شرطیں

و ذکر فان الذکری تنفع امؤمنین.

محترم حضرات! ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ ٹیلفون پر نکاح کا طریقہ کار کیا ہے، اس تعلق سے مختصراً کچھ باتیں عرض کرنا ہے، اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں نہایت بنیادی اور لازمی ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہوسکتا، اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی شرط نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

"**ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس**،، جانبین کی مجلس کا ایک ہونا لازمی شرط ہے، یا تو ایک بنفس نفیس موجود رہے یا اس کا وکیل موجود رہے اور دوسری جانب سے نہ خود بنفس نفیس موجود ہے نہ اس کا وکیل موجود ہے بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون پر ایجاب یا قبول کرتا ہے تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

"**وشرط حضور شاهدین**،، مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے اور عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے، اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والے دونوں بنفس نفیس یا ان دونوں کے وکیل موجود ہوں، لہذا ایک خود یا اس کا وکیل موجود ہو اور دوسرے کی آواز ٹیلی

فون سے سنی جارہی ہوتو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ٹیلی فون پر نکاح کا طریقہ

ٹیلی فون کو واسطہ بنا کر نکاح کے درست ہونے کے لئے چند متبادل شکلیں ہیں، لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے وہاں کے کسی معتبر آدمی کو وکیل بنادے پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلس نکاح قائم ہوجائے، یا جیسا ہمارے یہاں رائج ہے ایسی ہی مجلس قائم ہوجائے اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے وکیل سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کر کے یوں کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے مؤکل فلاں لڑکے کے ساتھ کردیا ہے آپ نے اپنے مؤکل کی طرف سے اسے قبول کرلیا؟ تو وہ قبول کرلے تو یہ نکاح درست ہوجائے گا۔

بعداز خطبہ

وذكر فان الذكرى تنفع المومنين،وقال تعالى ولقد ارسلنا رسلا من قبلك ازواجا وذرية.وقد ورد فى الحديث،قال النبى صلى الله عليه وسلم لم ير للمتحابين مثل النكاح.

نکاح محبت کو پروان چڑھانے والاعمل ہے

محترم حضرات! حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے"**لم یر للمتحابين مثل النكاح**"

مفہوم یہ ہے کہ نکاح سے بڑھ کر محبت بڑھانے والی چیز میں نے نہیں دیکھی،اس سے معلوم ہوا کہ نکاح دو خاندانوں کے درمیان محبت بڑھانے والی چیز ہے،حضرت ابوبکرؓ کی تین خواہشیں تھیں،ان میں ایک خواہش یہ تھی کہ میں آقا کا چہرہ دیکھتا رہوں،اس پر ایک قصہ یاد آیا،مسند ابی یعلی کی روایت کا مفہوم ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہے کہ ایک دفعہ قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے ،ابوبکرؓ حمایت کے لئے آئے تو وہ حضرت کو چھوڑ کر ابوبکر کو لپٹ گئے ،مسند ابی یعلی ہی میں ہے،حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اس قدر مارا کہ سر زخمی ہو گیا ابوبکر زخموں کی شدت کی وجہ سے سر کو ہاتھ نہ لگا سکتے تھے،ایک اور روایت کا مفہوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پر اس کی وجہ سے غشی طاری ہوجاتی تھی اور جب حضرت ابوبکرؓ کو ہوش آتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی خیریت پوچھتے تھے، یہاں تک کہ آپ سے رہا نہیں گیا کہنے لگے مجھے حضرت کے پاس لے چلو، مجھے حضرت کا دیدار کرنا ہے چنانچہ آپ کو حضور کے پاس لے جایا گیا، یہ تھی حضرت ابوبکرؓ کی پہلی پسند۔

حضرت ابوبکرؓ کی دوسری پسند تھی کہ ان کا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہو، تیسری پسند یہ تھی کہ ان کی بیٹی (عائشہؓ) آقا کے نکاح میں ہو، حضرت ابوبکرؓ ایسا کیوں چاہتے تھے اس وجہ سے کہ ''**لم تر للمتحابین مثل النکاح**،، تعلق میں مزید پختگی آجائے۔

سابق مہتمم ام المدارس دارالعلوم دیوبند، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے تھے کہ نکاح کی پہلی خاصیت جو اس پر مرتب ہوتی ہے وہ علاقۂ باہمی اور رابطۂ باہمی ہے، اور ربط بھی اتنے عموم کے ساتھ کہ اس ایک رابطے سے پھر ہزاروں رابطے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اس لئے کہ نکاح سے محض دو شخص نہیں جڑتے بلکہ دو کے ساتھ سینکڑوں لوگ جڑ جاتے ہیں، خاوند کے عزیز بیوی کے عزیزوں کے ساتھ مربوط ہوجاتے ہیں، ایک خاندانی علاقہ قائم ہوجاتا ہے، اس واسطے کہ تعلقات کی دو ہی نوعیتیں قرآن کریم میں بیان ہوئیں فرمایا ''**وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا**،، (فرقان۵۴)

تعلق دو ہیں ایک تو ہیں جدی رشتے اور ایک صہری رشتے جو ازدواجی تعلق سے پیدا ہوجاتے ہیں، تو جیسے ایک میں شاخ در شاخ عزیز ہیں، اعمام

ہیں، چچا، تایا کے بھائی ہیں وہی نوعیت یہاں بھی ہوتی ہیں، ساس، سسر اور ان کے عزیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ نکاح کی خاصیت ربط باہمی اور عمومی ربط ہے کہ دو کا نہیں سینکڑوں کا باہمی ربط قائم کر دیا گیا، پھر تعلق در تعلق ہوتے ہوئے دور دور تک اس کے اثرات پہنچتے ہیں۔

اسلام کا ایک عظیم مقصد اتحاد باہمی قائم کرنا ہے

چونکہ اسلام کا ایک عظیم الشان مقصد ربط اور اتحاد باہمی قائم کرنا ہے اور یہ عمل اس میں معین بنتا ہے اس لئے شریعت اسلام نے نکاح کو بہت اہمیت دی اور اس کی ترغیب بھی خوب دی، آقا نے فرمایا ''النکاح من سنتی وقال فمن رغب عن سنتی فلیس منی، ، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی سنت قرار دیا ہے، اور ایک روایت میں فرمایا'' اربع من سنن المرسلین، ، اس میں ایک چیز نکاح ہے، معلوم ہوا کہ نکاح یہ سنت مرسلین ہے۔

اسلام نے زوجین کو مناسب حال ہدایتیں بھی دی ہیں

حضرت حکیم الاسلامؒ آگے فرماتے ہیں کہ شریعت اسلام نے زوجین کو مناسب حال ہدایتیں بھی دیں تاکہ رشتہ مضبوط رہے، مرد کو شفقت وکرم کا امر کیا کہ عورت سے لطف و مدارات سے، عنایات سے پیش آئے، اور عورت کو اطاعت اور تابعداری کا پابند کیا، روایت میں آتا ہے، آقا نے فرمایا'' ان اکرم المومنین احسنکم اخلاقا و الطفکم اھلا، ، مفہوم یہ ہے کہ تم میں سب سے زیادہ قابل

تکریم وہ مسلمان ہے کہ جس کے اخلاق بلند اور پاکیزہ ہوں اور وہ بیویوں کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرتا ہو، لطف و کرم کرتا ہو، تو مرد کو تو ہدایت دی کہ لطف و کرم کرو اور یہ عقلاً بھی ضروری ہے کہ عورت اپنے ماں باپ اپنے عزیز و اقارب سب سے الگ تھلگ ہو کر اس کے پاس آ گئی ہے، وہ بھی سخت دلی کرے تو اس کا ٹھکانہ نہ ہوگا، اس نے سب کو چھوڑا خاوند کی وجہ سے، خاوند نے چھوڑا بداخلاقی کی وجہ سے اس کا کہیں سہارا باقی نہ رہے گا، اس لئے فرمایا گیا کہ "**الطفکم اھلا**"۔

یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دو مرتبہ دوڑ لگائی، اب کوئی کہے کہ انبیاء کرام کو بھاگ دوڑ سے کیا تعلق، وہ تو دین اور رہنمائی سعادت پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں، پھر یہ بھاگ دوڑ کیسی؟

اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو بے تکلفی حتی کہ لہو ولعب جو نامناسب سمجھی جاتی ہے، حتی کہ بعض اوقات حضرت صدیقہؓ کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھے ہیں آپ نے منہ میں لقمہ رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھین کر استعمال فرمایا حالانکہ وہ زمانہ تھا ایام کا تو ایک طرف تو ہدایت فرمائی تھی کہ ایام میں عورت ناپاک نہیں ہوتی، حقیقی نہیں حکمی ناپاکی ہے، جاہلیت میں اسے ایام میں اچھوت سمجھا جاتا تھا اس کا رد کرنا مقصود تھا، اور آپ کو یہ بتلانا تھا کہ منہ بھی ناپاک نہیں، لقمہ بھی کھالیا، تو اس میں بھی ناپاکی نہیں اور ادھر اس بے تکلفی سے دل کو موہنا تھا اور دل پر قبضہ کرنا تھا، تو ایسی چیزیں انجام دیں کہ عورتوں کے ساتھ محبت و مروت اور اخلاق

کا برتاؤ ہو اور عورتوں کو حکم دیا کہ شوہر کی تابعدار اور اطاعت کریں۔

تو جس گھر کے اندر ایک طرف سے شفقت ہو دوسری طرف سے اطاعت ہو تو اس سے بہتر خوشگوار زندگی بھلا کہیں ہو سکتی ہے، اور اگر اس کے برعکس ہو جائے کہ مرد میں سخت گیری ہو اور عورت میں بجائے اطاعت کے سرکشی بغاوت اور تمرد ہو وہ گھر کبھی پنپ نہیں سکتا (مقالات حکیم الاسلام)

اللہ رب العزت ہم تمام کو قابل عمل باتوں پر عمل کی توفیق بخشے۔

الحمد لله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!اما بعد،فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم،بسم اللہ الرحمن الرحیم،ومن شر حاسد اذا حسد(سورۂ فلق آیت نمبر۵)

ترجمہ۔اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

عن ابی ھریرۃ رضی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما یاکل النار الحطب او قال العشب(ابوداؤد)

ترجمہ۔تم لوگ حسد سے بچو،اس لئے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھالیتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھالیتی ہے یا کہا گھاس کو کھالیتی ہے۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کف افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

حسد ایک مہلک بیماری ہے

محترم قارئین!جس طرح اللہ تعالی نے ہمارے ظاہری اعمال میں بعض چیزیں فرض و واجب قرار دی ہیں اور بعض چیزیں گناہ قرار دی ہیں،اسی طرح ہمارے باطنی اعمال میں بہت سے اعمال فرض ہیں اور بہت سے اعمال گناہ اور حرام

ہیں، ان سے بچنا اور اجتناب کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہیں، ان میں سے ایک خطرناک اور مہلک بیماری ہے جس کا نام ہے حسد، اسی کو کینہ، بغض، عداوت دشمنی وغیرہ ناموں سے بھی پہچانا جاتا ہے اس بیماری کو معاشرتی ناسور بھی کہا جائے تو بالکل بجا ہے۔

حسد کی حقیقت

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اس کو کوئی نعمت ملی ہوئی ہے، چاہے وہ نعمت دنیا کی ہو یا دین کی اس نعمت کو دیکھ کر اس کے دل میں جلن اور کڑھن پیدا ہوئی کہ اس کو یہ نعمت کیوں مل گئی اور دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس سے یہ نعمت چھین جائے تو اچھا ہے۔

حسد کے تین درجات ہیں

حسد کے تین درجات ہیں، اول درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ مجھے بھی ایسی نعمت مل جائے اب اگر اس کے پاس رہتے ہوئے مل جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ اس سے چھین جائے اور مجھے مل جائے یہ حسد کا پہلا درجہ ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ جو نعمت دوسرے کو ملی ہوئی ہے وہ نعمت اس سے چھین جائے اور مجھے مل جائے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ یہ نعمت اس سے کسی طرح چھین جائے اور اس نعمت کی وجہ سے اس کو جو اختیار اور جو مقام حاصل ہوا ہے اس سے وہ

محروم ہو جائے پھر چاہے وہ نعمت مجھے ملے یا نہ ملے، یہ حسد کا سب سے رذیل ترین خبیث ترین درجہ ہے۔

نبی آخر الزماں سے حسد

حسد ہی ہے کہ جس نے یہودیوں کی اکثریت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکا ہے، اس کی کچھ تفصیل پیش خدمت ہے۔

یہود تورات کی بشارتوں کی بنا پر صدیوں سے انتظار کر رہے تھے اور جب کبھی مشرکین سے ان کی جنگ ہوتی تو وہ انہیں دھمکی دیا کرتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزماں آنے والے ہیں ہم ان کی قیادت میں تمہیں قتل کر کے رکھ دیں گے، نیز حضور کا واسطہ دے دے کر اللہ تعالی سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اپنا آبائی اور سرسبز وطن شام وفلسطین چھوڑ کر یہود کا یثرب میں قیام بھی اس نبی کے انتظار اور استقبال ہی کے لئے تھا، لیکن جب اللہ کا وہ بندہ آ گیا جس کا وہ دس بیس سال سے نہیں سینکڑوں سال سے انتظار کر رہے تھے اور جس کی زیارت کی حسرت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ان کے ہزاروں آباؤاجداد دنیا سے جا چکے تھے اور اس آنے والے کو انہوں نے پہچان بھی لیا اور ایسے پہچان لیا جیسے کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے اور آنے والا کوئی انوکھی کتاب بھی لیکر نہیں آیا بلکہ ان کے پاس ایسی کتاب تھی جو اس کتاب کے موافق تھی جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی۔

لیکن تاریخ انسانی کا یہ کیسا عجیب ترین واقعہ ہے کہ صدیوں کے انتظار پھر

پہچان اور کتابوں کی مماثلت وموافقت کے باوجود یہود نے محض حسد اور عناد کی بنا پر اللہ کے نبی کا نہ صرف یہ کہ انکار کردیا بلکہ اپنی سرشت کے مطابق اسے ناکام بنانے اور قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔

ان کی اصل بیماری تھی حسد، یہ لوگ اصل میں نبی آخر الزماں کا انتظار ضرور کررہے تھے لیکن ساتھ ہی وہ یہ توقع بھی لگائے بیٹھے تھے کہ نبوت ہمارے خاندان سے باہر نہیں جائے گی لیکن جب ان کی توقع پوری نہ ہوئی اور بنواسحاق کے بجائے بنواسماعیل میں آخری نبی آگئے تو وہ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

گویا ان کا زعم باطل یہ تھا کہ نبوت ہمارا موروثی حق ہے اور معاذ اللہ خود اللہ بھی اس بات پر مجبور ہے کہ وہ نبوت کو اولاد یعقوب تک ہی محدود رکھے، یوں وہ دوہرے غضب کے مستحق ٹھہرے، اسی کو قرآن کریم نے کہا ہے کہ "**فباؤا بغضب علی غضب**"، کفروانکار پر غضب الگ اور حسد وعناد پر غضب الگ کہ پہلا غضب رسالت عیسوی کا انکار کرنے کی وجہ سے اور دوسرا غضب رسالت محمدی کے انکار کی وجہ سے ان پر نازل ہوا۔

الغرض! حسد اور عناد ایسی بیماری ہے جو انسان کو حق اور اہل حق سے روکتی ہے اور اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کے خسارے کی صورت میں نکلتا ہے (تسہیل البیان فی تفسیر القرآن ج۱ص۱۰۶تا۱۰۸بتغیر)

امیہ بن صلت ساری عمر سچے مذہب کی تلاش میں پھرتا رہا کبھی عیسائی بنا، کبھی

یہودیت اختیار کی مگر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو بد بخت حسد میں مبتلا ہو گیا، کہنے لگا کہ وحی مجھ پر کیوں نہیں آئی اسی حسد کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی حالانکہ وہ بڑا قابل آدمی تھا، بڑے پائے کا شاعر تھا اس کا دیوان پڑھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ وہ کس قدر حق کا طالب تھا مگر حسد کی وجہ سے کفر کی موت مرا (معالم العرفان فی دروس القرآن ج۲۰ص۵۸۰)

تین گناہوں سے خاص طور سے بچیں

آقا کا ارشاد ہے کہ تین گناہوں سے خاص طور سے بچے (۱) حسد سے بچے (۲) کبر و تکبر سے بچے (۳) حرص سے بچے۔

آسمان میں سب سے پہلا گناہ کبر کا ہوا ہے، ابلیس نے تکبر سے کام لیا تو وہ مردود ہو گیا، شیخ سعدیؒ کہتے ہیں ؎

تکبر مکن زنہار اے پسر
کہ روز زدستش در آئی بسر
تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد
چو دانی تکبر چرا می کنی
خطا می کنی و خطا می کنی

مفہوم۔ تکبر مت کر زنہار اے پسر کہ ایک روز منہ کی کھائے گا۔

تکبر نے عزازیل کو شرمندہ کیا اور لعنت کے قید خانہ میں گرفتار کیا۔

جب تو جانتا ہے تو تکبر کیوں کرتا ہے، تو خطا کرتا ہے اور بس خطا کرتا ہے۔

اور جنت میں سب سے پہلے جو بات ہوئی حضرت آدم علیہ السلام سے وہ خواہش کی بنا پر ہے کہ ان کے دل میں دانہ کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، اب اس میں اللہ تعالی کی ہزاروں حکمتیں ہیں کہ اس عالم میں آئیں گے، خلافت کا نظام چلے گا وغیرہ مگر اس کے نتیجہ میں ہوا یہ کہ جنت چھوٹی۔

اور اس طرف دنیا میں قابیل کو اپنے بھائی ہابیل پر حسد ہوا، قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق قابیل کی جس لڑکی سے شادی ہوئی تھی وہ بدصورت تھی مگر قابیل نے یہ بات کہی کہ میری بہن حسین ہے میں اس کے ساتھ شادی کروں گا، حضرت آدم علیہ السلام نے منع فرمایا مگر اس نے ضد کی اور ہابیل سے اسے حسد پیدا ہوا اور اس کے نتیجہ میں بات آگے بڑھی اور اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا (لطائف سورۂ یوسف ج ا ص ۱۴۴ بتغیر)

حسد بھی عجیب بلا ہے

حسد ایسی بلا ہے کہ یہ اپنوں کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور برادران یوسف کا واقعہ اس کا پتہ دیتا ہے۔

حسد جادو تک لے جاتا ہے

حسد ہی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے یہاں سحر (جادو) عام ہو چلا ہے، حالانکہ یہ اتنی

بری چیز ہے کہ اس کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ سحر سیکھنے والے پر لعنت، سکھانے والے پر لعنت، ساحر کا پتہ بتانے والے پر لعنت اور اگر اس سحر کے ذریعے کوئی ختم ہو گیا تو قتل کا گناہ ہوگا، یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے حسد سے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حسد کی بنا پر جادو کیا گیا اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں آخری دو سورتوں میں دو تعویذ آپ کو عطا فرما دیئے یعنی **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** اس سے بڑی حفاظت ہوتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سحر ٹوٹا وہ معوذتین سے ٹوٹا۔

حسد کی ممانعت

حسد ایک ایسی بیماری ہے جو روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی کہ حاسد ہمیشہ پریشان رہتا ہے حتی کہ کبھی کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نیند بالکل ختم ہو جاتی ہے اور جسم نہایت لاغر ہو جاتا ہے۔

آقا کا ارشاد ہے کہ حسد سے بچو اس لئے کہ حسد انسان کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو یا سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے، راوی کو شک ہے کہ آپ نے لکڑی کا لفظ بیان فرمایا تھا یا سوکھی گھاس کا، ایک آگ تو وہ ہوتی ہے جو بہت بڑی ہوتی ہے جو منٹوں میں سب کچھ جلا کر ختم کر دیتی ہے، اور ایک آگ وہ ہوتی ہے جو ہلکی ہلکی سلگتی رہتی ہے اگر وہ آگ کسی کو لگائی جائے تو وہ آگ ایک دم سے اس کو جلا کر ختم نہیں کرے گی بلکہ وہ آہستہ آہستہ سلگتی رہے گی اور تھوڑی تھوڑی

کر کے اس کو کھاتی رہے گی، حتی کہ وہ ساری لکڑی ختم ہو کر راکھ بن جائے گی، اسی طرح حسد ایک ایسی بیماری اور ایسی آگ ہے جو رفتہ رفتہ سلگتی چلی جاتی ہے اور انسان کی نیکیوں کو فنا کر ڈالتی ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ میری نیکیاں ختم ہو رہی ہیں۔

عربی کے ایک شعر کا مفہوم ہے کہ حسد کی مثال آگ جیسی ہے اور آگ کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو دوسری چیز کھانے کو ملے تب تو یہ اس کو کھاتی رہے گی مثلاً لکڑی کو آگ لگی ہوئی ہے تو وہ لکڑی کو کھاتی رہے گی لیکن جب لکڑی ختم ہو جائے گی تو پھر آگ کا ایک حصہ خود اس کے دوسرے حصہ کو کھانا شروع کر دے گا، یہاں تک کہ وہ آگ بھی ختم ہو جائے گی، اسی طرح حسد کی آگ بھی ایسی ہے کہ حسد کرنے والا پہلے تو دوسرے کو خراب کرنے اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو پھر حسد کی آگ میں خود جل جل کر ختم ہو جاتا ہے۔

مسند احمد اور ترمذی کی روایت کا مفہوم ہے آپ نے فرمایا کہ اگلی امتوں کی مہلک بیماری یعنی بغض وحسد تمہاری طرف چلی آرہی ہے یہ بالکل صفایا کر دینے والی اور مونڈ دینے والی ہے، میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ بالوں کو مونڈنے والی ہے بلکہ یہ دین کو مونڈتی اور بالکل صفایا کر دیتی ہے۔

اسباب حسد

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کا ملفوظ ہے کہ حسد کا سبب بخل ہے، بخیل کسی کو اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتا، جب یہ دیکھتا ہے کہ اللہ میاں دے رہے ہیں تو وہ اس پر بھی بخل کرتا ہے کہ اللہ تعالی اس کو دے کیوں رہے ہیں، نہیں دینا چاہئے، لہذا اگر بخل کی گردن مروڑ دی جائے تو حسد خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا سبب انتقام ہے، جب دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جاتا ہے تو آدمی حسد کرنے لگتا ہے۔

تیسرا سبب برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا مثلاً اگر برابر والے کو مال یا علم مل جائے تو حاسد کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کی وجہ سے اس کی عزت میں اضافہ نہ ہو جائے۔

چوتھا سبب حقارت ہے کہ وہ سامنے والے کو حقارت کی وجہ سے اس لائق نہیں سمجھتا کہ اس کو کوئی نعمت مل جائے۔

حسد کا علاج

یہ تصور کرے کہ اللہ تعالی نے اس کائنات میں اپنی خاص حکمتوں اور مصلحتوں سے انسانوں کے درمیان اپنی نعمتوں کو تقسیم فرمایا ہے، کسی کو کوئی نعمت دیدی، کسی کو صحت دیدی تو کسی کو عزت، کسی کو مال دیدیا تو کسی کو حسن و جمال اور کسی کو چین و سکون کی نعمت دیدی۔

چونکہ حسد کی بنیاد حب مال اور حب جاہ ہوا کرتی ہے اس لئے اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے دنیا اور جاہ کی محبت نکالنے کی فکر کرے، اس کو نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ یہ دنیا کتنے دن کی ہے؟ کسی بھی وقت آنکھ بند ہو جائے گی۔

نیز تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالی سے اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ! یہ نعمت جو آپ نے اس کو عطا فرمائی ہے اور زیادہ عطا کر جس وقت یہ دعا کرے گا اس وقت دل پر آرے چلیں گے، یہ دعا کرنا دل پر بہت شاق ہوگا لیکن زبردستی یہ دعا کرے۔

ایک اور علاج یہ بھی ہے کہ آدمی یوں سوچے کہ اللہ تعالی نے فلاں کو یہ نعمت دی ہے تو مجھے بھی تو فلاں فلاں نعمت دے رکھی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ۔

بعداز خطبہ

والـذيـن هـم عن اللغو معرضون،وقد ورد في الحديث عن ابي هـريـرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه (حدیث حسن رواہ الترمذی وغیرہ)

اسلام کا حسن لایعنی باتوں کا ترک کردینا ہے

ترجمہ۔اوروہ کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔

ترجمۂ حدیث۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے حسن اسلام کی ایک علامت یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔

بزرگان محترم! جوحدیث پاک میں نے پڑھی وہ ''جوامع الکلم،، میں سے ہے اور دریائے معانی پر مشتمل ہے اور ایک باعمل انسان کے لئے مشعل راہ ہے کہ اسلام کی خوبصورتی اوراس کا حسن لایعنی اور فضول باتوں (اور کاموں) کا ترک کردینا ہے (دلیل الفاتحین ج۱ص ۱۷۷)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے جن چار حدیثوں کا انتخاب کرکے یہ کہا تھا کہ اگر کوئی شخص ان چار احادیث کے تقاضوں کو زندگی کا نصب العین بنالے، انہیں کے مطابق چلتا رہے تو پوری شریعت اسکی زندگی میں داخل ہوجائے گی ان چار میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی جو اوپر ذکر کی گئی۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی کام اور کوئی بات ایسی ہو کہ جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ دین کا تو اس میں مشغولی سے بچا جائے، اب اسی تناظر میں نئے سال کی آمد پر مبارکباد دینا کیسا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہے۔

نئے سال کی آمد پر ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نئے سال کی ''مبارکباد،، ایک دوسرے کو پیش کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور یہ کہ نئے سال کے موقعہ پر جو جشن منایا جاتا ہے اس میں شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اولاً ماضی قریب کے مشہور شاعر ''فیض احمد فیض،، کی ایک نظم پیش کرتا ہوں اس سے اس بات کا جواب سمجھنے میں مدد ملے گی، نظم کا عنوان ہے ۔

بے سبب دیتے ہیں کیوں لوگ مبارکبادیں

اے نئے سال تجھ میں نیا پن کیا ہے

ہر طرف خلق نے کیوں شور مچا رکھا ہے

روشنی دن کی وہی، تاروں بھری رات وہی

آج ہم کو نظر آتی ہے ہر اک بات وہی

آسماں بدلا ہے افسوس، نہ بدلی ہے زمیں

اک ہندسے کا بدلنا کوئی جدت تو نہیں

اگلے برسوں کی طرح ہوں گے قرینے ترے

کسے معلوم نہیں بارہ مہینے ترے

جنوری،فروری اور مارچ میں ہوگی سردی
اوراپریل،مئی اور جون میں ہوگی گرمی
تو نیا ہے تو دکھا صبح نئی،شام نئی
ورنہ ان آنکھوں نے دیکھے ہیں نئے سال کئی
بےسبب دیتے ہیں کیوں لوگ مبارکبادیں
کیا سبھی بھول گئے وقت کی کڑوی باتیں
تری آمد سے گھٹی عمر جہاں سے سب کی
فیض نے لکھی ہے یہ نظم نرالے ڈھب کی

اسلام میں تصور مبارکبادی

اب آیئے اس رخ پر کہ کیا اسلام میں مبارکبادی دینے کا کوئی تصور ہے؟ تو جواب ہے جی ہاں ہے جبکہ اس کی کوئی تک بھی بنتی ہو،آگے اس کی چند مثالیں پیش کروں گا۔

اب یہ کہ نئے سال کی آمد پر مبارکباد کیوں نہیں دینا چاہئے،اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مبارکبادی دینے کی کوئی تک نہیں بنتی ہے،اس عمل سے نہ کوئی دنیا کا فائدہ ہےاور نہ ہی دین کا اور اسلام ہر ایسے عمل سے منع کرتا ہے جس میں نہ کوئی دین کا فائدہ ہورہا ہواور نہ دنیا کا۔

اور پھر نئے سال کی آمد سے ہر آدمی کی عمر اور زندگی کا ایک سال ختم اور کم

ہو جاتا ہے اور اس طرح آدمی اپنی موت اور قبر سے قریب ہوتا جاتا ہے، پھر اس پر خوشی منانا چہ معنی دارد؟ اور جیسے جیسے عمر بڑھنا شروع ہوتی ہے آج کا دور ایسا ہے کہ پھر لوگ اپنی اصلی عمر بتانے کو بلکہ اس سے متعلق سوال کو بھی معیوب سمجھتے ہے، مشہور ہے کہ دو بات سے متعلق سوال نہیں کرنا چاہئے ایک وتیج یعنی تنخواہ دوسرا اتیج یعنی عمر کا سوال اور سال کی کیا قید اہل نظر تو کہتے ہیں کہ یہ جو گھڑی گھنٹہ ہوتا ہے اور اسی طرح دستی گھڑی (ہاتھ میں باندھنے کی گھڑی) کہ جس میں چابی دینی پڑتی ہے اس میں ہر سیکنڈ کے گذرنے پر ٹک ٹک، ٹک ٹک کی آواز آتی رہتی ہے وہ دراصل یہ کہہ رہی ہوتی ہے کہ گھٹادی، گھٹادی یعنی تیری عمر کی ایک گھڑی اور گھٹادی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی مجلس میں ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ ؎

غافل تجھے گڑیال یہ دیتا ہے منادی

گردوں نے تری عمر کی اک گھڑی اور گھٹادی

اور یہی وہ رمز ہے کہ سالگرہ منانا بھی اہل اسلام کے ہاں درست اور صحیح نہیں ہے، کیوں؟ اگر عبرت کی نگاہ ڈالے تو یہ خوشی اور مبارکبادی کا موقع ہی نہیں ہے، یہاں بھی وہی علت پائی جارہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی، برتھ ڈے کو اردو زبان میں ''سالگرہ،، کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ ''سالگرہ،، نہیں بلکہ ''سال گرا،، ہے کہ اس کی زندگی کا ایک سال کم ہوگیا، اب ایسی صورت میں خوشی منانا تو بالکل ویسا ہی

ہے کہ۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا

کہاں جارہا ہے (اور) کدھر دیکھ رہا ہے

سالگرہ اور نئے سال کی آمد پر ہونا تو یہ چاہئے کہ اپنی زندگی کا احتساب کیا جائے، اپنے اعمال کے بارے میں سوچا جائے کہ جنت کی طرف لے جارہے ہیں یا جہنم کی طرف (احسن الفتاوی ج۸ص۱۵۵ بتغیر)

سالگرہ منانا اور نئے سال کی آمد پر مبارکباد دینا اور شور وواویلا کرنا جشن منانا مسلمانوں کی عادت اور روایت نہیں رہی ہے بلکہ............کی وراثت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ قیامت میں انہی کے ساتھ ہوگا۔

انسان کی زیادہ اور لمبی عمر ہونا کسی شخص کے لئے اس وقت تک اچھی بات نہیں جب تک وہ یاد الٰہی میں خرچ نہ ہوئی ہو، ترمذی شریف کی روایت کا مفہوم ہے کہ بہتر شخص وہ ہے جس کی عمر زیادہ ہوئی اور عمل اچھے رہے ہوں اور برا شخص وہ ہے جس کی عمر زیادہ ہوئی اور عمل برے ہوئے ہوں، اور اس عمل میں دیگر خرافات یہ بھی ہے کہ مخلوط اجتماع ہوتا ہے، نام ونمود، ریاکاری وغیرہ کا عنصر پایا جاتا ہے۔

اشارات کی صورت میں اس طرف بھی نشاندہی کردیتا ہوں کہ اسلام میں مبارکبادی دینے کی سرے سے ممانعت نہیں ہے اگر مبارکبادی کی کوئی تک بنتی ہے تو

وہاں مبارکباد دی جاسکتی ہے مثلاً

(۱) بچے کی ولادت پر

(۲) نکاح کے موقعہ پر

(۳) ناظرہ قرآن کریم کے ختم کے موقعہ پر

(۴) حفظ قرآن کریم کی تکمیل پر

(۴) عالم، قاری ومفتی کی سند کے موقعہ پر

(۵) دنیوی ڈگری کے حصول کے موقعہ پر (بشرطیکہ وہ پیشہ جائز ہو)

(۶) مکان ودوکان کی تعمیر وافتتاح کے موقعہ پر

(۷) ملازمت لگ جانے پر

(۸) نئی سواری لینے پر

(۹) اچھی فصل ہونے پر

(۱۰) عیدین کے موقعہ پر وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ کے دائرہ اور حدود میں رہتے ہوئے زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بعداز خطبہ

عن عثمانؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خيركم من تعلم القرآن وعلمه،، (بخاری)

مفہوم۔تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جوقرآن کریم کوسیکھےاورسکھائے۔

جب جی ہی نہ چاہےتو بہانے ہزار ہیں

بزرگان محترم! آج کچھ گزارشات مکاتب ومدارس اورمساجد کے خدام کی تنخواہ کے سلسلہ میں پیش کرنا ہے،موجودہ دورمیں دینی خدام کی تنخواہوں کا معاملہ خاص طور سے قابل غوروقابل توجہ ہے،دینی خدام کوان کی ضروریات کے مطابق بھی تنخواہ نہیں دی جاتی ،جبکہ ذمہ داروں کے پاس اتنی رقوم کاانتظام بآسانی ہوتا ہے کہ وہ اگران خدام کومناسب حق الخدمت دینا چاہےتو دے سکتے ہے،مگر چونکہ دینا نہیں ہے اس لئے طرح طرح کے عذر لنگ پیش کرتے ہیں،وہ کہتے ہیں نا کہ ’’جب جی ہی نہ چاہےتو بہانے ہزار ہیں،،

بہترین شخص کون ہے!

حضورکریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے’’**عن عثمانؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلمخيركم من تعلم القرآن وعلمه،،** (بخاری)

تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جوقرآن کریم کوسیکھےاورسکھائے۔

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے تمام انسانوں میں سب سے بہتر انسان ہیں، مگر افسوس! آج کے دور میں ہمارے معاشرے کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ دینی مشغلہ رکھنے والے اور پڑھنے پڑھانے والوں کی کوئی عزت وعظمت لوگوں کے قلوب میں نظر نہیں آتی، الا ماشاء اللہ! اللہ والوں کے دلوں میں ان کی عظمت اور محبت ہے لیکن باقی دنیا ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

یہ دیکھ کر بڑا غم ہوتا ہے

نیز فرمایا کہ خاص طور سے جب میں الفاظ قرآن کے فریضہ کو ادا کرنے والے اساتذۂ کرام کی طرف نظر کرتا ہوں جو ناظرہ قرآن کریم پڑھا رہے ہیں، حفظ کرا رہے ہیں، مشق قرأت کرا رہے ہیں یا قرأت عشرہ پڑھا رہے ہیں تو بڑا غم ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ معاشرے نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا، قرآن وحدیث نے ان کا جو اونچا مقام بتایا تھا ہم نے اس مقام کو نہیں پہچانا، از روئے حدیث یہ سب سے اعلی انسان ہیں لیکن ہمارا طرز عمل ان کے ساتھ اعلی ترین انسانوں کا سا نہیں ہے۔

یہ فرق کیوں؟

گھروں کے اندر بچوں کو حساب، انگریزی، سائنس وغیرہ پڑھانے کے

لئے ٹیوٹر آتا ہے اور قاری صاحب بچوں کو قرآن پڑھانے آتے ہیں، دونوں ایک ہی گھر میں آتے ہیں، لیکن کثرت سے یہ دیکھا گیا ہے کہ ٹیوٹر کو پیسے زیادہ ملتے ہیں اور حافظ صاحب کو کم پیسے دیئے جاتے ہیں، اگر وہ ٹیوٹر کو ایک ہزار روپۓ دیتے ہیں تو قاری صاحب کو پانچ سو روپیہ دے کر رخصت کر دیتے ہیں، یہ سوچنے کی بات ہے اور لمحہ فکریہ ہے۔

وہی فرق یہاں بھی کیوں؟

ہمیں مدرسوں کے اندر خود اپنی کوتاہی کا بھی احساس ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مدرسہ والوں نے بھی ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جو صرف ونحو کی کتابیں پڑھانے والے اساتذہ ہیں یا دوسرے مضامین پڑھانے والے اساتذہ ہیں ان کی تنخواہیں زیادہ ہیں اور ناظرہ یا حفظ کرانے والوں، تجوید وقرأت عشرہ پڑھانے والوں کی تنخواہیں کم ہے، میں مدرسوں کے مہتمم صاحبان کی پوری جلالت شان اور احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس پر تمام مدارس کو سوچنے کی ضرورت ہے، یہ مجھے انصاف کی بات نظر نہیں آتی، جب ہمارے مدرسوں میں ان کے ساتھ یہ سلوک ہوگا تو عوام اپنے یہاں ناظرہ قرآن پڑھانے والوں کو کم تنخواہ ہی دیں گے، حالانکہ یہ اتنا اونچا کام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض منصبی میں سب سے پہلا فریضہ ہے۔

یہ فریضہ وحی کے بعد پہلے دن سے شروع ہو گیا تھا، معانی قرآن کی تعلیم

بعد میں شروع ہوئی، دعوت وتبلیغ کا کام بھی ڈھائی سال بعد شروع ہوا.......کا عظیم الشان کام بھی تیرہ سال کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچکر شروع ہوا۔

حضرت کا لائق تقلید عمل

جب اللہ تعالی نے مجھ سے (یعنی حضرت مفتی محمد رفیع صاحبؒ سے) دار العلوم کراچی (کورنگی) کی ذمہ داریاں متعلق فرمائیں تو میرے دل پر چوٹ لگی اور بندۂ ناچیز نے اس کی کوشش کی کہ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیئے، چنانچہ اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں درجہ عالیہ تک کے اساتذہ کی تنخواہوں کے گریڈ کے مطابق درجہ حفظ اور قرأت کے اساتذہ کی تنخواہیں ہیں، ہمارے پاس کوئی وجہ اور دلیل نہیں ہے کہ الفاظ قرآن پڑھانے والے اساتذہ کے ساتھ یہ انداز اختیار کیا جائے۔

ایک خاص اپیل

ہمارے معاشرے نے اس عظیم الشان جماعت کی قدر نہیں کی، مدرسوں کو اتنے چندے نہیں دیئے کہ وہ ان کی خدمت شایان شان کرسکیں، میری مدرسوں کے ساتھ تعاون کرنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ خاص طور سے اپنے عطیات الفاظ قرآن کے اساتذہ کے لئے دیں اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان سے درخواست کریں کہ ہم خاص طور سے یہ عطیات الفاظ قرآن کے اساتذہ کی خدمت میں اضافہ کے لئے دے رہے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالی کی طرف سے برکت دیکھے

مجھے امید ہے کہ اس سے اللہ تعالی ان کے مال ودولت میں بھی برکت عطا فرمائے گا اور مدرسوں کے کاموں میں بھی برکت ہوگی، میں نے تو اس کا تجربہ بارہا کیا ہے، ہر سال اس کا تجربہ ہوتا ہے کیونکہ میرے پاس انتظامی ذمہ داری ہے، ہمارے ادارے میں ہر سال تمام اساتذہ اور ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے، ہم جتنا جتنا اساتذہ اور ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کرتے جاتے ہیں اللہ تعالی اتنے ہی زیادہ وسائل بڑھاتے چلے جاتے ہیں، جب بھی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا تو فوری طور سے اللہ تعالی ایسے طریقوں سے پیسے بھیجتے ہیں کہ وہ ہمارے وہم وگمان میں بھی پہلے سے نہیں ہوتے، یہ کمال ہمارا نہیں ہے صرف اللہ ذوالجلال کا احسان ہے کہ خدام قرآن کی خاطر ان مدرسوں کو نوازتے ہیں۔

ہاتھی کے رونے کی وجہ

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ ایک لطیفہ سناتے تھے کہ ایک بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رلا دے اس کو ہم بڑا انعام دیں گے، بڑے بڑے مصیبت زدہ آئے اور ہاتھی کے کان میں اپنی اپنی روداد سنائی مگر ہاتھی بالکل نہیں رویا، ایک مولوی صاحب آئے اور ہاتھی کے پاس جا کر نہ جانے اس کے کان میں کیا کہا کہ جیسے ہی مولوی صاحب کی بات سنی تو ہاتھی زار وقطار رونے لگا، لوگوں کو تعجب ہوا کہ آخر مولوی صاحب نے ایسا کیا کہدیا کہ

ہاتھی رونے لگا، مولوی صاحب سے لوگوں نے پوچھا کہ آخر آپ نے اس کو کہا کیا کہ وہ رونے لگا؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے صرف اسے اپنی تنخواہ بتائی کہ اتنی ہے، مولوی صاحب کی تنخواہ سن کر ہاتھی درد سے چیخ اٹھا، مگر ہمارے ٹرسٹی اور متولی (ومہتمم) کو کوئی درد نہیں ہوتا، یہ ہے تو ایک لطیفہ مگر اس میں حقیقت کی بالکل صحیح عکاسی کی گئی ہے۔

دینی وملی سرگرمیاں انہیں مدارس ومکاتب کی رہین منت ہیں

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب بستوی دامت برکاتہم ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ دینی مدارس و مکاتب، دینی و ایمانی زندگی کی شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں، دینی وایمانی چہل پہل، دینی وملی سرگرمیاں انہیں مدارس و مکاتب کی رہین منت ہیں، تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، تبلیغ ودعوت، تزکیہ واحسان، تنظیم وتحریک غرضیکہ ہر دینی وملی کام کے لئے افرادکار انہیں مدارس اسلامیہ سے فراہم ہورہے ہیں، اور تمام دینی وملی کاموں کی سیرابی اور شادابی میں ان آزاد دینی مدارس کا بنیادی رول ہے۔

ایک مشترک خرابی

ان مدارس ومکاتب کی غیر معمولی اہمیت وافادیت کے پیش نظر بے حد ضروری ہے کہ ان مدارس ومکاتب کو ایسی خرابیوں سے محفوظ رکھا جائے جن سے ان میں زوال و اضمحلال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اور ان کی مقصدیت اور افادیت

مجروح ہوتی ہو، ان میں ایک خرابی جوتقریباً کم وبیش تمام مدارس (ومکاتب) میں مشترک ہے وہ اساتذہ وملازمین کی تنخواہوں کی حددرجہ کمی ہے، تنخواہیں اتنی تو ہونی چاہئے جس میں کفایت کے ساتھ متوسط گذران ہوسکے، تیزی سے بڑھتی ہوئی گرانی (مہنگائی) کے زمانہ میں تنخواہوں میں ٹھہراؤیا برائے نام اضافہ (بڑھوتری) بہت پریشان کن اور تکلیف دہ ہے، اساتذہ وملازمین عموماً اتنی تنگی (مالی مشکلات) میں رہتے ہیں کہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ خدمات انجام نہیں دے پاتے، مجبوراً ادھرادھر ہاتھ پیر مارتے ہیں یا معاشی تنگی سے گھٹ گھٹ کر رہتے ہیں۔

کم تنخواہوں کا نقصان

مدارس کی کم تنخواہوں کو دیکھ کر اکثر ذہین و باصلاحیت فضلاء مدارس سے وابستہ ہی نہیں ہوتے بلکہ حصول معاش کی دوسری راہیں تلاش کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

جب عالم ہی عالم کی عزت نہیں کرے گا تو قوم خاک کرے گی

کہاجاتا ہے کہ علماء کی تنخواہ بہت کم ہوتی ہے اور اس کی وجہ عوام ہے، کیونکہ وہی تنخواہ دیتی ہے، جی ہاں میں بھی اس سے اتفاق رکھتا ہوں کہ علماء کی تنخواہ کم ہوتی ہے لیکن اس سے مکمل اتفاق نہیں کہ اس کی وجہ صرف اورصرف عوام ہی ہے، اس لئے کہ اکثر مساجد پرتو عوام کا قبضہ ہے اس لئے امام کی تنخواہ کم ہے لیکن اکثر مدارس پرکس کا قبضہ ہے؟ مدرسہ میں بھی وہی چھ ہزار، سات ہزاراورزیادہ سے

زیادہ نو دس ہزار بلکہ بعض جگہ تو یہ بھی قانون ہے کہ آدھی تنخواہ مدرسہ دے گا اور آدھی تنخواہ چندہ کر کے جمع کیجئے (ہائے رے مہتمم) جی مجھے کچھ یاد آ گیا ابھی دو دن پہلے میرے ایک درسی ساتھی کا فون آیا وہ بھی ایسے ساتھی کا جو جمعرات کے علاوہ بھی ساتھیوں سے کہتے کہ آج ماحول بن رہا ہے.........پھر کیا تھا دستر خوان پر چکن تیار ہوتا...........جی کہنے لگے کہ کیا بتائیں یار یہاں دو دو چار چار مہینے تنخواہ کو رو کے رہتے ہیں اور کھانا بھی ایسا کہ کھایا نہیں جاتا......پھر کہنے لگے کہ اس سال کے بعد چھوڑ دوں گا کوئی دوسرا مدرسہ دیکھوں گا......

تنخواہ کم ہونے کی وجہ صرف عوام نہیں بلکہ مولوی بشکل مہتمم بھی ہے، مہتمم صاحب کی تنخواہ تو اتنی ہوتی ہے کہ ان کے گھر پر چار چکے والی گاڑی لگی ہے لیکن بات جب اسی مدرسہ کے اساتذہ کے تنخواہ کی آجائے تو پھر دیکھئے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے واقعات اس انداز میں بیان کئے جائیں گے کہ معلوم ہو گا کہ آج کوئی آسمانی فرشتہ زمین پر نمودار ہوا ہے، کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید حضرت تھانوی ہوتے تو آج آں جناب سے بیعت ہو جاتے............جب بات تنخواہ کی آتی ہے تو ایک عذر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مہنگائی بہت زیادہ ہے، جی بات بالکل درست ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس مہنگائی کے دور میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ مدرسے میں کھانا تین وقت کے بجائے دو وقت یا دو وقت کے بجائے ایک ہی وقت بنا ہو کہ مہنگائی زیادہ ہے، اس لئے پیسے کی قلت ہو گئی ہے (میں اکثریت کی

بات کرر ہا ہوں، ہاں ایسے کچھ مدرسے ہوں گے لیکن وہ شاذ کے درجہ میں) یا مہتمم صاحب بجائے اپنی چار چکہ سواری گاڑی سے سفر شروع کر دیا ہو کہ مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے، ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہوگا، پھر کیا وجہ ہے کہ مہنگائی کی ساری مار اساتذہ ہی کو جھیلنا پڑتا ہے، کبھی یہ ذمہ داران یہ کیوں نہیں سوچتے کہ مہنگائی کے باوجود جب سارا کام چل رہا ہے تو ان بیچارے اساتذۂ کرام کی تنخواہ بھی بڑھائی جاسکتی ہے، کبھی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہماری ہی طرح ان کے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے، بیوی اور بوڑھے والدین ہوں گے جن کی کچھ خواہشیں ہوں گی اور وہ اپنی اولاد سے کوئی تمنا اور آرزو لئے بیٹھے ہوں گے۔

اب اگر ان پریشان کن زندگی سے بچنے کے لئے کچھ ذی ہوش مولوی اگر کوئی پیشہ اختیار کرلیں پھر دیکھئے عوام وخواص (علماء) میں ایسا طوفان کھڑا ہوگا کہ.....................اب کوئی کہے گا کہ آٹھ سال لگاکر کیا کیا؟ کوئی............جب یہی کرنا تھا تو آٹھ سال لگانے کی کیا ضرورت تھی............وغیرہ وغیرہ جیسے وہ کوئی پیشہ نہیں کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرلیا ہو..............میں پوچھتا ہوں ایسے لوگوں سے کہ کیا انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام نے تجارت نہیں کی؟ اب اگر کوئی کہے کہ اگر یہی کام کرنا تھا تو آٹھ سال کیوں لگایا؟ تو میرے نزدیک تو وہ بیوقوف ہے کیونکہ اسے یہی معلوم نہیں کہ علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے، ہاں! یہ الگ بات ہے کہ وہ مولوی صفت انسان اگر

اپنے علم کو ایک طاق میں رکھ کر تالا لگا دے تا کہ وہ علم محفوظ رہے، تو یہ اس کی بیوقوفی ہے۔

کاش! ہمارے ذمہ داران مدارس و مساجد اس کو سنجیدگی سے سوچتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

برٹش نو جوان علماء مساجد سے دور کیوں؟

امام عطاء اللہ خان لکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھانے والے قاری صاحب کو ایک گھنٹے کے سات پاؤنڈ اور گاڑی سکھانے والے انسٹرکٹر (ماسٹر) کو فی گھنٹہ بیس پاؤنڈ دیئے جاتے ہیں اور اس پر یہ عجیب منطق پیش کی جاتی ہے کہ قاری صاحب کو اللہ تعالی کے لئے پڑھانا چاہیے، بھائی! وہ اللہ تعالی ہی کے لئے پڑھا رہا ہے ورنہ برطانیہ جیسے ملک میں قاری صاحب آپ کی طرح دنیاوی کام کر کے زیادہ کما سکتا ہے، لیکن آپ قاری صاحب والا کام نہیں کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نوے فیصد برٹش بورن نو جوان علماء فراغت کے بعد مساجد میں کام کرنے کو ترجیح نہیں دیتے ہیں، ایک نو جوان عالم دین کو مسجد والوں نے پہلے ہفتے ۱۵۰ پاؤنڈ دیئے اور اس پر رعب جمانے لگے جس پر نو جوان عالم دین نے انہیں چند بلز دکھا کر کہا کہ حضور! آپ کی دی گئی تنخواہ سے زیادہ تو میرے موبائل اور پیٹرول وغیرہ کا خرچہ ہو جاتا ہے۔

نو جوان علماء ہماری کمیونیٹی کا قیمتی سرمایہ اور کریم ہیں ان سے ہمارے

بچے اور نوجوان نسل کو بے انتہا فائدہ پہنچ سکتا ہے، یہ علماء یہاں کے بچوں اور نوجوان نسل کی نفسیات سے پوری طرح آگاہ ہیں اور ان کی زبان میں انہیں بہتر طور پر سمجھا سکتے ہیں، جبکہ پاکستان وغیرہ ممالک سے آئے ہوئے علماء کا یہاں کے بزرگوں اور بڑی عمر کے افراد سے تو تعلق زیادہ ہوتا ہے لیکن لینگویج بیریئر کی وجہ سے بچے ان سے زیادہ مانوس نہیں ہوتے، پاکستانی قاری صاحب تو شاید اپنی مجبوریوں کی وجہ سے سات پاؤنڈ فی گھنٹہ پر کچھ عرصہ کام کر سکتے ہیں لیکن برٹش بورن نوجوان علماء یہ نہیں کرتے ہیں، گذشتہ کئی سالوں سے میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نوجوان علماء فراغت کے بعد مختلف کورسز یا یونیورسٹیز وغیرہ سے ڈگری لیکر دنیاوی اداروں میں کسی اچھی پوسٹ پر چلے جاتے ہیں لیکن کمیونٹی یا مقامی مساجد میں کام کرنا پسند نہیں کرتے، ہمارے بزرگ ان کو آئے دن بلیم کرتے ہیں کہ یہ لوگ دین کی خدمت نہیں کرتے البتہ خود یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ سات پاؤنڈ دے کر ہم خود کون سی دین کی خدمت کر رہے ہیں؟

بعداز خطبہ

وذکر فان الذکری تنفع المومنین.

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

(امیر مینائیؒ)

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

(مرزا غالب)

دعوت وتبلیغ کے تعلق سے چند گزارشات

بزرگان محترم! عالم میں مسلمانوں کو غفلت سے جھنجھوڑنے اور اپنا مقصد اصلی اور مقصد زندگی یاد دلانے والی جو محنتیں اور کوششیں ہورہی ہیں ان میں ایک محنت اور کوشش حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ کی ایک خاص نہج پر کام کرنے والی جماعت جس کا شروع میں نام حضرت رحمہ اللہ نے ''تحریک ایمان،، تجویز کیا تھا وہ ہے، بعد میں وہ جماعت دعوت وتبلیغ کے نام سے موسوم اور مشہور ہوگئی، دنیا بھر میں اس چلت پھرت کے فوائد محسوس کئے گئے اور کئے جارہے ہیں، بندہ بھی اسی فیکٹری کا پروڈیکٹ ہے، یہ جو محنت ہے دراصل ایمان کو بچانے، بنانے اور ایمانی قوت کو بڑھانے والی محنت ہے بشرطیکہ اس کو صحیح اصولوں کے ساتھ انجام

دیا جائے، جماعت میں نکل کر اور نکال کر علم و عمل کی طلب کو ابھارا جاتا ہے، دینی پیاس جگائی اور بڑھائی جاتی ہے جس سے دل کی زمین میں جو ایمان کا بیج بویا گیا ہے اس کو پانی ملتا رہتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کی سب سے بیش قیمت چیز ایمان ہے، ایمان بہت قیمتی ہیرا ہے، حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ ایمان کا ہیرا اتنا قیمتی ہے کہ آسمان و زمین اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اگر کوئی ہیرا کیچڑ یا نالی میں گر جائے تو وہ تو اس کا مستحق ہے کہ اس کو اٹھایا جائے اور کیچڑ اور نجاست سے دھو کر اس کو کام میں لایا جائے، ہیرا بہر حال ہیرا رہتا ہے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، اگر کوئی مسلمان گناہ میں مبتلا ہے تو بجائے اس کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کے پیار و شفقت کا معاملہ ہونا چاہئے کہ وہ بھی گناہ کی نجاست اور کیچڑ کو دور کرے اور کسی طریقہ سے صلاح پر آجائے، تبلیغی جماعت میں یہی کیا جاتا ہے۔

ایمان کی اہمیت کا اندازہ حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب ننھے میاں رحمہ اللہ کے ایک ملفوظ سے لگائیے، فرماتے تھے کہ جب مجھے یہ خبر ملتی ہے کہ کوئی آدمی کلمہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہے تو مجھے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ مبارک بادی دینے کو جی چاہتا ہے اور اس کے گھر والوں کو مٹھائی کا تحفہ بھیجنے کو جی چاہتا ہے، اس لئے کہ یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی سعادت نہیں کہ انسان دنیا سے کلمہ پڑھ

کر رخصت ہو جائے، مگر لوگ میرے اس عمل کا کوئی اور مفہوم نہ نکال لے اس لئے میں یہ عمل نہیں کرتا۔

یہ کام بیشک بہت مبارک کام ہے، اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی شک نہیں ہے، مگر یہ بات بھی یاد رہنا اور رکھنا چاہئے کہ دین کا صرف یہی ایک کام اور یہی ایک شعبہ نہیں ہے، دین کے مختلف کام اور مختلف شعبے ہیں، صرف ایک کام اور ایک مخصوص طریق کو دین کا کام قرار دینا یہ دین میں غلو ہے، اور غلو دین میں سخت ناپسندیدہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں غلو کرنے سے ہمیں روکا ہے۔

پچھلے کچھ عرصہ سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض احباب کا جو دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑے ہوئے ہیں یہ تصور بنتا جارہا ہے کہ مدارس اسلامیہ میں پڑھنا پڑھانا، خانقاہی سلسلہ سے منسلک ہونا، تصنیف وتالیف کا کام کرنا، منصب امامت سے منسلک رہنا، وعظ وتقریر کرنا، اعلاء کلمۃ اللہ کی ایک خاص طریق پر کوشش کرنا وغیرہ تبلیغ نہیں ہے، ان کا یہ کہنا اور ماننا ہے کہ جماعت تبلیغ جس نہج پر کام کر رہی ہے بس وہی ایک دین کام ہے، یہ سراسر غلو اور اسلامی روح کے خلاف ہے، دین کا ہر شعبہ ہمارا شعبہ ہے اور دین کا ہر کام ہمارا کام ہے، کام کرنے والوں میں غلو پیدا نہ ہو جائے اس کی فکر دعوت وتبلیغ سے منسلک اکابر کو بھی رہتی تھی، اس لئے وہ وقتاً فوقتاً عملاً اس کا اظہار کرتے تھے اور کرتے ہیں کہ دین کا صرف یہی ایک

شعبہ نہیں ہے، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم العالیہ تحریر کرتے ہیں کہ لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کو جہاں یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ اس محنت میں زیادہ سے زیادہ مسلمان شریک ہوں وہاں یہ فکر بھی دامنگیر تھی کہ ہمارے پرانے کام کرنے والوں کی صحیح تربیت ہو، اکثر بیانوں میں فرماتے تھے کہ بھائی! یہ نہ کہو کہ یہی ایک کام ہے، یوں کہو یہ بھی ایک دین کا کام ہے تاکہ دین کے کسی شعبہ کی بھی نفی نہ ہو، صرف قول ہی نہیں اپنے عمل سے بھی اس کام میں لگے احباب کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے تھے کہ دین کے سارے شعبے ہمارے شعبے ہیں۔

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑے عالم اور مولانا کے رفیق درس جو ایک مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے وہ نظام الدین حضرت سے ملنے آئے، حضرت جی مولانا عمر صاحبؒ کے ساتھ کچھ پرانے کام کرنے والے احباب بھی تھے، حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا بعدہ ان کی پیشانی کو چوما اور ہونٹوں کو بوسہ دیا اور فرمایا یہ زبان ہمیشہ ''قال اللہ و قال الرسول،، کے ذکر سے تر رہتی ہے، یہ اس قابل ہے کہ اسے چوما جائے، پھر یوں فرمایا کہ میں نے یہ عمل اس لئے بھی کیا کہ پرانوں کے دلوں میں علماء کا ادب اور وقار پیدا ہو (ذکر صالحین بتغیر ج ۳ ص ۶۳۔۶۴)

اس تعلق سے اکابر کے مزید کچھ ملفوظات اور تحریر کے اقتباسات پیش کرتا ہوں، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ اپنے خطاب میں یہ شعر

سنایا کرتے تھے کہ ؎

تقسیم کیا ہر اک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حضرت فرماتے تھے کہ خدانے دینی کاموں کو تقسیم کر دیا ہے، آپ فرماتے تھے کہ پڑھنے والا بھی مبلغ، احکام سنانے والا بھی مبلغ، مضامین لکھنے والا بھی مبلغ، مناظرہ کرنے والا بھی مبلغ، مال دینے والا بھی مبلغ، ج...... کرنے والا بھی مبلغ، جیسا کہ تبلیغ متعارف کرنے والا مبلغ ہے، یہ نہ سمجھو کہ یہ تبلیغ نہیں ہے، یہ سب تبلیغ ہی میں داخل ہے (خطبات مسیح الامت ج ۳ بتغیر) ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ایک تبلیغ اصول کی ہے جو کفار کو کی جاتی ہے، دوسری قسم فروع کی تبلیغ جیسے نماز، روزہ یہ مسلمانوں کو کی جاتی ہے، تیسری قسم ایک جماعت کو تبلیغ کے قابل بنانا ہے اور یہ بدون درس و تدریس ممکن نہیں (حوالا بالا)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) فرمایا کرتے تھے کہ علم و ذکر تبلیغ کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں ان کے بغیر تبلیغ نہ چل سکے گی، حضرت نور اللہ مرقدہ خود اس کا اہتمام فرماتے تھے، اس لئے تبلیغی کام کرنے والوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اس تبلیغی کام کو مدارس یا خانقاہوں پر فضیلت دیں، زبان سے یا اشارہ کنایہ سے۔

دعوت وتبلیغ کی طرح یادرکھئے تصنیف وتالیف بھی دین کا کام ہے،اس قلم کی برکت سے جماعت دعوت وتبلیغ کوایک قیمتی ہیرا ہاتھ لگا تھا جن کا نام ہے حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ،حضرت کے حالات میں لکھا ہے کہ ابتداء عمر میں اسلامیہ سکول میں داخل ہوئے، میٹرک تک انگریزی تعلیم حاصل کی، بعد میں حضرت تھانویؒ کی ایک کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا جس نے دل کی دنیا ہی بدل دی اور دنیوی علوم کے بجائے دینی علوم کی طرف راغب ہوئے،ایک صاحب کے اس سوال پر کہ آپ نے دینی زندگی کیسے اپنائی؟ حضرت نے فرمایا بھائی! ہم تو انگریزی پڑھنے والے لوگ تھے،ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت کی ایک کتاب کا مطالعہ کیا بس زندگی بدل گئی رخ ادھر(دین کی طرف)مڑ گیا(ذکر صالحین ج۳ص ٦٧)

ذکر صالحین ج۳ ص ۸۷ پر حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم تحریر کرتے ہیں کہ تبلیغ کے اصولوں میں سے یہ تو بہت مشہور اصول ہے کہ مبلغین چھ نمبروں سے باہر نہ جائیں،اپنی بات چھ نمبروں میں کریں،مگر افسوس مبلغین اور ملکوں کے ذمہ داروں تک اس اصول کی خلاف ورزی میں مبتلا ہیں، بلکہ اب تو حال یہ ہورہا ہے کہ ہر چار مہینے لگانے والا بیان کرنے میں خودمختار ہے، جو زبان پر آیا بے دھڑک بول دیا،ارباب شوری اور ذمہ داروں سے مدارس و مکاتب،خانقاہ،تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر کے متعلق ایسے جملے راقم کے کان نے خود سنے جنہیں نقل کرنے تک کی ہمت نہیں، بیانوں میں بے سند واقعات،ضعیف

احادیث تو گویا بیان کا لازمی جز ہے، ان باتوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ رقمطراز ہیں اللہ تعالی ہمیں صحیح اصول سکھلا دے اور اخلاص عطا فرما دے، ہم اپنے بیانوں میں بڑی غلطی اور بے اصولی کرتے ہیں، بہت سنبھل کر بات کہنے کی ضرورت ہے، ایسی حدیث نہ بیان کی جائے جو علماء میں مقبول نہ ہو، ایسا واقعہ نہ بیان کیا جائے جو بے سند ہو اور اس کی تصدیق نہ ہو اور علماء میں مشہور نہ ہو، کسی پر تنقید نہ ہو اور کسی پر اعتراض نہ ہو، نہ جماعتی حیثیت سے نہ انفرادی حیثیت سے، تو ان شاء اللہ ہر ایک مستحسن سمجھے گا اور بے اختیار اس کام کی طرف بڑھے گا۔

تبلیغ کے چھ بنیادی نمبروں میں اکرام مسلم اور اکرام علماء کو جو شہرت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں، مگر افسوس کہ خاص طور پر علماء کا اکرام عموماً مبلغین میں بہت کم رہ گیا ہے، اکرام تو دور کی بات علماء کی توہین اور اپنے ماتحت علماء کے ساتھ ظلم و زیادتی کے وہ واقعات دیکھے کہ الامان والحفیظ، حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ نے ایک ذمہ دار کے نام خط میں چند قیمتی اصول تحریر فرمائے ان میں ایک یہ ہے، لکھا کہ اہل علم اور اہل ذکر سے محبت کرنا خواہ وہ تبلیغ میں لگیں یا نہ لگیں، خواہ وہ موافقت کریں یا مخالفت کریں، ان کے سامنے تواضع سے پیش آنا اور ان کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے رہنا، کبھی تبلیغ کا علم سے یا ذکر سے مقابلہ نہ ڈالنا بلکہ تینوں کو ضروری سمجھنا اہل علم کو اور اہل ذکر کو ہدایا پیش کرتے رہنا چاہے کم ہی

ہو(حوالا بالا ص۷۹)

اس جہاں کو زیب ہے اختلاف سے

بات یہ ہے کہ دین کے مختلف شعبے ہیں، اس بات کو کھلے دل اور دماغ سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

شیخ ابراہیم ذوق ایک بڑے شاعر گذرے ہیں، ان کا ایک شعر ہے ۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اور شاد عظیم آبادی لکھتے ہے کہ ۔

نہ دیکھے اے چمن دو پھول تجھ میں اک صورت کے
جو صورت مل گئی بو باس دونوں کی جدا پائی

اور سرشار سیلانی نے لکھا ہے کہ ۔

چمن میں اختلاف رنگ و بو سے بات بنتی ہے
ہمیں ہم ہیں تمہیں تم ہو تو کیا تم ہو

دین کے مختلف شعبے ہیں اور جتنے اہل حق کے شعبے ہیں وہ سب ہماری آنکھوں کے نور اور سروں کے تاج ہیں، ہر ایک شعبہ کی ہمیں ضرورت ہے، اور ہر ایک کی اپنی جگہ ایک خصوصیت اور افادیت ہے، لہذا جو آدمی جس شعبے سے منسلک ہو اس کو چاہئے کہ وہ دوسرے شعبے کی اور دوسرے شعبے میں کام کرنے والوں کی تحقیر اور

تذلیل نہ کرے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اکابر کے حالات پڑھے اور سنے اس سے ہمیں کام کا اصل طریق معلوم ہوگا اور اعتدال کی راہ پر گامزن رہیں گے، ہر شعبے میں ہماری حصہ داری ضروری ہے، ہمیں سیاستدان کی بھی ضرورت ہے، مفتیان کرام کی بھی ضرورت ہے، مدارس کی بھی ضرورت ہے، خانقاہ کی بھی ضرورت ہے اور دعوت و تبلیغ کے کام کی بھی ضرورت ہے، سب کا طریقۂ کار الگ ہو سکتا ہے مگر مقصد اور منزل ایک ہی ہے، اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وقت پر ہر شعبے والے نے ایک دوسرے کی امداد بھی کی ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ شریعت، طریقت اور سیاست تینوں کی امت کو ضرورت ہے، شریعت نام ہے راستہ کا طریقت نام ہے راستہ پر چلنے کا اور سیاست نام ہے راستے میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کا، دیکھئے، سیاست کیسے آنے والی رکاوٹ کو دور کرنے میں مددگار ہوتی ہے، خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۹۰ پر ہے یہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کے خطبات کا مجموعہ ہے، حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سابق صدر جمعیۃ علماء گجرات سے سنا وہ سناتے تھے کہ یہ واقعہ میں نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے سامنے بیٹھ کر سنا ہے کہ ہندوستان کی جب آزادی ہوئی اور ملک کی نئی پارلیمینٹ بنی تو آر۔ایس۔ایس والوں نے نہرو کے سامنے فتنہ کھڑا کیا

کہ دعوت وتبلیغ کے کام پر ملک میں پابندی لگنی چاہئے،اس بات پر پارلیمنٹ میں بہت ہنگامہ ہوا،تو نہرو نے مولانا آزاد کی طرف اشارہ کیا،مولانا آزاد ملک کے وزیر تعلیم تھے،مولانا نے مخاطب کیا نہرو کو اور پوری پارلیمنٹ کو سنایا کہ نہرو جی! یہ لوگ جس دعوت وتبلیغ کے کام پر پابندی لگانے کی بات کررہے ہیں وہ میرا ہے میں اس کام کا ایک فرد ہوں اور وہ میرا کام ہے۔

مولانا آزاد کے ایک جملے نے پارلیمنٹ کو ہلادیا،فوراً نہرو جی نے کھڑے ہوکر کہا بس مولانا! اب اس ملک میں کوئی اس دعوت کے کام پر پابندی نہیں لگا سکتا،حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مردمؤمن کا ایک جملہ اس کام کو اس ملک میں اور اس ملک کے ذریعے پورے عالم میں قدم جمانے کا ذریعہ بنا،اس لئے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب دونوں حضرات مولانا آزاد کی کوٹھی پر یعنی جو حکومت کی طرف سے بنگلہ ملتا ہے وہاں جب تک مولانا آزاد حیات رہے اہتمام سے ملنے جاتے تھے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ قاری محمد طیب صاحبؒ کی پاکستان سے انڈیا واپسی میں بھی بڑا کردار مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ کا تھا،کیونکہ حضرت حکیم الاسلام پاکستان بننے کے بعد پاکستان تشریف لے گئے تھے اور ایک شخص نے حضرت کا پاسپورٹ چھپادیا تھا۔

مرحوم احمد پٹیل کانگریس کے لیڈر اور کانگریس پرموکھ سونیا گاندھی کے

Advisor تھے، ان کا پارٹی میں ایک رتبہ اور مقام تھا، ان کے انتقال پر ہمارے ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ انڈیا میں دعوت وتبلیغ کے جو بڑے اکابر پاکستان رائیونڈ مرکز اجتماع میں تشریف لے جاتے تھے اس کے لئے ویزا کی ضرورت رہتی تھی، ویزا کے سارے انتظامات مرحوم احمد پٹیل انجام دیتے تھے (بغیر کسی رکاوٹ کے یہ عمل انجام پاتا تھا)

من لم یخرج فی الچله فلیس منا

اب غلو کی مثال سنئے، بعض مساجد میں یہ دیکھا گیا ہے کہ مسجد کے جو امام صاحب ہوتے ہیں اگر وہ دعوت کے مروجہ کام سے جڑے ہوئے نہیں ہوتے تو انہیں پریشان کیا جاتا ہے، طعنے کسے جاتے ہیں اور کسی نہ کسی بہانے سے الگ کردیا جاتا ہے، الگ کرنے کے پیچھے کی خاص وجہ ہوتی ہے مروجہ کام سے نہ جڑنا، اسی لئے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کام سے جڑے کچھ حضرات کا مزاج یہ بن چکا ہے کہ "**من لم یخرج فقد خرج**"، اور حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "**من لم یخرج فی الچله فلیس منا**"، کی صورت ہوچکی ہے (مجلس ترجمان اہل حق الہند)

سب کے سروں پر ایک ہی سائز کی ٹوپی فٹ نہیں آسکتی

ایک بزرگ کا بڑا پیارا ملفوظ ہے، فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری آپ کی اور دنیا کے سارے انسانوں کی کامیابی اپنے دین میں رکھی ہے اور یہ دین ہماری

زندگیوں میں کیسے آئے گا اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے،اور یہ محنت کسی بھی شکل میں کسی بھی طریقے اور کسی بھی نہج پر کی جائے مبارک،قابل ستائش اور پسند کئے جانے کے لائق ہے،سب کے سروں پر ایک ہی سائز کی ٹوپی فٹ نہیں آسکتی۔

علمی مذاکرے کی مجلس بن جاتی

حضرت مولانا عیسی منصور پوری دامت برکاتہم تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ اہل علم اور طلباء کی بڑی قدر اور ان سے محبت فرماتے،ان سے ایسے گھل مل جاتے تھے گویا گھر کے اصل لوگ یہی ہوں،جن علماء کرام کو مطالعہ کا عادی پاتے ان کی خصوصی رعایت فرماتے،اور بسا اوقات ان سے علمی تحقیقی کام بھی لیتے،عام طور پر سفر وحضر میں مولانا کے ساتھ کوئی ایسے عالم ضرور ہوتے جن کے ذمے مختلف احادیث و واقعات کی تخریج وجستجو کی تلاش لگاتے،ان کی محنت پر خوب ہمت افزائی فرماتے،بعض اوقات خوش ہو کر انعام بھی دیتے،مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قیام کے دوران حج وعمرہ کے لئے آئے ہوئے علماء کی خصوصی دعوتیں کرتے،کھانے کی مجلس علمی مذاکرے کی مجلس بن جاتی تھی۔

ہمارے اس کام کو مبشرات اور کرامات پر مت چلانا

آگے جو بات اور وصف ذکر کرنے جا رہا ہوں وہ ہم سب لوگوں میں سے ختم ہوتا جا رہا ہے،اللہ کرے کہ یہ وصف ہم میں بدرجہ اتم پایا جائے،اور نہیں ہے تو پیدا ہو جائے،حضرت مولانا عیسی منصوری دامت برکاتہم تحریر کرتے ہیں کہ حضرت

مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ کی تواضع اور کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی تنقید بھی قبول فرماتے،اس دور میں یہ چیز بالکل نایاب ہوگئی ہے،چند سال پہلے کی بات ہے،لندن تبلیغی مرکز کے خصوصی کمرے میں بندہ ملاقات کے لئے پہنچا،دیکھا مولانا کے ساتھ پاکستانی جماعت کے رفقاءاور انگلینڈ کے متعدد اہل شوری تشریف فرماہیں اورکوئی چیز پڑھی جارہی ہے،سنا تو پتہ چلا کہ کسی بیاض (کاپی) میں سے مبشرات پڑھے جارہے ہیں،یعنی کسی جماعت نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی،خواب میں حضرت مولانا کو حضور کے ہمراہ دیکھا وغیرہ وغیرہ،چند منٹ بعد بندہ نے عرض کیا،حضرت! آپ کی مجلس میں اس طرح مبشرات سننا سنانا مناسب نہیں،آپ یہ مبشرات بعض بزرگوں کے خلفاء کے لئے چھوڑ دیں،یہ بزرگ الٹے سیدھے خواب دیکھتے ہیں اورانہیں چھاپ کر یہاں ہمیں ابتلاء میں ڈالتے ہیں،سنا ہے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے دعا مانگی تھی اے اللہ! ہمارے اس کام کو مبشرات اور کرامات پر مت چلانا۔

یہ سننا تھا کہ اسی وقت حضرت مولانا نے بیاض بند کردی،فرمایا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان مبشرات سے دل کو تقویت پہنچتی ہے،مگر یہ پہلو بھی قابل لحاظ ہے بلکہ زیادہ اہم ہے،اس سے کئی فتنے پیدا ہوسکتے ہیں،اس لئے عمومی طور پر مبشرات کے سننے سنانے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

کیا مولانا کے بعد اس کی مثال مل سکے گی؟

اسی طرح ایک بار انگلینڈ کے سالانہ اجتماع کے اختتام پر ڈیوزبری میں مختلف شہروں کی مساجد والی جماعتوں کے (روزانہ ڈھائی گھنٹے فارغ کرنے والے) احباب جمع تھے، ان میں حضرت مولانا نے بیان شروع فرمایا، کچھ دیر کے بعد فرمایا ہمیں اپنی قربانی کی مقدار کو بڑھانا چاہیے، روزانہ ڈھائی گھنٹے سے بڑھا کر آٹھ گھنٹے فارغ کرنے چاہیے، بندہ (مولانا عیسی منصوری) بیان کے درمیان بول پڑا، حضرت! یہ آپ رہبانیت کی دعوت دے رہے ہیں، اگر ایک شخص روزانہ آٹھ گھنٹے فارغ کرلے، اس کے بعد عصر سے اشراق تک جمعرات کا اجتماع، مہینے کے تین دن، سال کا چلہ، جماعتوں کی نصرت، یہ سب ملا کر نصف سے زیادہ ہوجاتا ہے اور یہ رہبانیت ہے، ہم میں سے ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے اگر یہ واقعہ ہمارے ساتھ بھرے مجمع میں پیش آتا تو ہمارا کیا ردعمل ہوتا؟ بندہ کم از کم اپنی بابت کہہ سکتا ہے کہ میرا نفس تو اسے برداشت نہ کرتا، نہ جانے کیا کہہ دیتا، مگر حضرت مولانا نے مجھ جیسے معمولی طالب علم کی بات توجہ سے سنی اور قبول فرمائی، بعد میں مجھے اپنی اس حماقت پر سخت ندامت وافسوس ہوا کہ مجھے یہ اشکال تنہائی میں عرض کرنا چاہیے تھا، مگر واہ! مولانا سعید احمد خان کیا بے نفسی کی انتہا ہے کہ پورے سکون و بشاشت سے اشکال سن رہے ہیں اور قبول فرمارہے ہیں، سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد ایسی مثال مل سکے گی؟

الغرض! دین کے سارے ہی شعبے ہمارے شعبے ہیں، دین کے سارے کام جو قرآن وسنت کی روشنی میں علماء کی نگرانی میں صحیح اصول پر ہورہے ہیں ان کی قدر کرنی ہے، ان کی حوصلہ افزائی کرنی ہے، ایک دوسرے کا رفیق بننا ہے فریق نہیں بننا، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل مرحمت فرمائے۔ آمین

بعداز خطبہ

''یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولواا نظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم ،،

مفہوم ۔اے ایمان والو! تم نہ کہو''راعنا،،اور کہو''انظرنا،،اور سنتے رہو اورکافروں کوعذاب ہے دردناک۔

پیار بھرا خطاب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اٹھاسی (۸۸) مرتبہ''یا ایھا الذین آمنوا ،،اے وہ لوگ جو ایمان لائے کہہ کرخطاب کیا ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ایک روایت بیان کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا حضور! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں،آپ نے فرمایا اے عبداللہ! جب تم قرآن میں یہ خطاب پڑھو''یا ایھا الذین آمنوا،، تو پورے دل کے ساتھ متوجہ ہوجایا کرو،فرمایا کہ یہ سمجھ لیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے براہ راست خطاب فرمارہے ہیں اس سے بڑی نصیحت اور وصیت کیا ہوسکتی ہے،مقصد یہ تھا کہ یہ ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوکرسننا کہ اللہ تعالیٰ کیا حکم فرمارہے ہیں،کس چیز کے کرنے کا حکم ہے اور کس چیز سے رُک جانے کی بات ہے (معالم العرفان ج۲ص ۳۷۷،۳۷۸)

لفظ بیٹا ایک شفقت بھرا خطاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ’’یا ایھا الذین آمنوا،، کے متعلق حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ’’یا ایھا الذین آمنوا، کا عنوان جو اللہ تعالی استعمال فرماتے ہیں یہ بڑا پیارا عنوان ہے یعنی اے ایمان والو! اے وہ لوگو! جو ایمان لائے اس خطاب میں بڑا پیار ہے، اس لئے کہ خطاب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کا نام لیکر خطاب کیا جائے اے فلاں اور خطاب کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو اس رشتہ کا حوالہ دے کر خطاب کیا جائے جو خطاب کرنے والے کا اس سے قائم ہے مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کو بلائے تو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اس بیٹے کا نام لیکر اس کو پکارے کہ اے فلاں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کو ’’بیٹا،، کہکر پکارے کہ اے بیٹے، ظاہر ہے کہ بیٹا کہکر پکارنے میں جو پیار جو شفقت اور جو محبت ہے اور سننے کے لئے اس میں جو لطف ہے وہ پیار اور لطف نام لیکر پکارنے میں نہیں ہے۔

نیز فرمایا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کبھی کبھی ہمارے گھر تشریف لاتے تھے اس وقت ہماری دادی بقید حیات تھی وہ رشتہ میں علامہ کی ممانی لگتی تھی اس لئے وہ ان کو ’’بیٹا،، کہکر پکارتی تھیں اور ان کو دعا دیتی تھی کہ بیٹا! جیتے رہو، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے

گھر دو مقصد سے آتا ہوں ایک حضرت مفتی صاحب سے ملاقات دوسرے اس وقت روئے زمین پر مجھے ''بیٹا،، کہنے والا سوائے اس خاتون کے کوئی اور نہیں ہے ،صرف یہ خاتون مجھے ''بیٹا،، کہکر پکارتی ہے،اس لئے میں ''بیٹا،، کا لفظ سننے کے لئے آتا ہوں،اس کے سننے میں جو لطف اور پیار محسوس ہوتا ہے وہ مجھے کوئی اور لقب سننے میں محسوس نہیں ہوتا ،حقیقت یہ ہے کہ اس کی قدر اس شخص کو ہوتی ہے جو اس کہنے والے کے جذبہ سے آشنا ہو وہ اس کو جانتا ہے کہ مجھے یہ جو''بیٹا،، کہکر پکارا جارہا ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب انسان یہ لفظ سننے کو ترس جاتا ہے(کیونکہ آدمی کی عمر جیسے ڈھلتی ہے اس کے رشتہ دار اس کے دوست و احباب دنیا سے اٹھنے شروع ہو جاتے ہیں،اکبر الہ آبادیؒ فرماتے ہیں کہ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آدمی یوں کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ؎

اتنا جیئے کہ جاننے والے گذر گئے

کوئی رہا نہ اپنا تو چپ چاپ مر گئے

چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب عارفی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ''یا ایھا الذین آمنو،ا، کا خطاب کرکے اس رشتہ کا حوالہ دیتے ہیں جو ہر صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو''بیٹا،، کہکر پکارے اور اس لفظ کو استعمال کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آگے جو بات کہہ رہا ہے وہ شفقت و محبت اور خیر خواہی سے بھری ہوئی ہے،اسی طرح اللہ

تعالی بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ ان الفاظ سے مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں (اصلاحی خطبات جلد۴ بتغیر)

امت محمدیہ کا شرف

قرآن کریم میں یہ پہلا موقع ہے جس میں اہل ایمان کو خطاب کیا گیا ہے اس سے پہلے عام لوگوں کو خطاب ہوتا رہا ہے جیسے ''یا ایھا الناس ا عبدوا ربکم، ، اے نوع انسان! اپنے رب کی عبادت کرو، یا بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا ''یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم ،، یعنی اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

اب یہاں سے اہل ایمان سے خطاب ہو رہا ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سابقہ کتب سماویہ میں اہل ایمان سے براہ راست خطاب نہیں ہوتا تھا بلکہ انبیاء کرام سے خطاب ہوتا تھا جو آگے اپنی اپنی امت تک احکامِ الٰہی کو پہنچاتے تھے، یہ صرف آخری امت کو شرف حاصل ہوا ہے کہ اللہ تعالی نے براہ راست اہل ایمان کو خطاب کیا ہے کہ ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا نظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم ،،

ترجمہ۔اے ایمان والو! تم نہ کہو ''راعنا،، اور کہو ''انظرنا،، اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے دردناک۔

دشمنیٔ یہود

اس مقام پر جس خاص بات کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ جب یہودی آپ کی مجلس میں آتے تھے تو آپ کی توجہ مبذول کرانے کے لئے ''راعنا،، کا لفظ استعمال کرتے تھے جو کہ ''انظرنا،، کا ہم معنی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری رعایت کریں یعنی ہماری طرف توجہ فرمائیں ''انظرنا،، کا معنی بھی یہی ہے کہ آپ ہماری طرف ذرا دیکھیں ہماری بات غور سے سنیں بظاہر دونوں الفاظ کا معنی ایک ہی ہے مگر یہود اپنی گندی ذہنیت کے اظہار کے لئے ''راعنا،، کا لفظ استعمال کرتے تھے اور پھر اس لفظ کو کھینچ کر اور گھما کر ''راعینا،، بولتے تھے کہ ''لیا بالسنتھم،، زبان میں ہیر پھیر کر کے لفظ ادا کرتے تھے جس کی وجہ سے ''راعینا،، کہتے یعنی ہمارا چرواہا مزید برآں یہودیوں کی زبان میں یہ لفظ گالی کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا جس کا معنی احمق اور بیوقوف ہے گویا اس طرح یہ لوگ اپنی گندی ذہنیت کا اظہار کرتے تھے۔

توہینِ نبی کفر کے مترادف ہے

اللہ تعالی نے اہل ایمان کو خبردار کیا کہ تم اہل کتاب کی پیروی نہ کرنا، ارشاد ہوتا ہے ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا،، اے ایمان والو! جب تم آقا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہو تو ''راعنا،، کا لفظ استعمال نہ کرو کیونکہ اس سے نعوذ باللہ آپ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے اور نبی کی توہین کفر کے مترادف ہے (معالم العرفان فی دروس القرآن جلد۲)

اس لئے مسلمان کو ایسے کام اور بات سے بچنا چاہئے جس سے انبیاء کی توہین ہوتی ہو۔

اسلام میں توہین انبیاء کی سزا

شریعتِ مطہرہ میں توہین انبیاء کے مرتکب کی سزا قتل ہے اور اس مسلک پر ائمۂ مذاہب اربعہ اور اہل السنّت والجماعت متفق ہیں اور اس بارے میں کسی کا اختلاف مروی نہیں ہے۔

شامی میں ہے جس مسلمان شخص نے آقا کی شان میں گستاخی کی یا آپ کو جھٹلایا یا آپ میں عیب نکالا یا آپ میں کوئی نقص منسوب کیا تو اس سے وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی پس اگر اس نے توبہ کی تو بہتر ورنہ قتل کیا جائے گا۔

مسلمان کے نزدیک ہر پیغمبر واجب التعظیم ہیں، اور مسلمان تو ہر ایک پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں اور کوئی بھی آدمی مسلمان اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ ہر پیغمبر کو سچا نبی نہ مانے، قرآن کریم میں ہے ''**لا نفرق بین احد من رسله**،، جو مشہور عقائد ہیں جس کو ایمان مفصل میں بیان کیا گیا ہیں ''**آمنت بالله و ملئکتة و کتبه ورسله والیوم الاخر والقدر خیره وشره من الله تعالی والبعث بعد الموت**،، اس کو مانے بغیر اس کا عقیدہ رکھے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا، شریعت محمدی میں تمام انبیاء علیهم الصلوۃ والسلام کی سوءادبی کا حکم وہی ہے جو آپ ﷺ کی سوءادبی کا حکم ہے، ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کی شان

میں گستاخی اتنا بڑا جرم ہے کہ یہ تمام اقسامِ کفر کا سر چشمہ اور تمام گمراہیوں کی جڑ ہے۔

انبیاء کرام کا ادب واحترام

احترامِ انبیاء کے مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ علماء نے لکھا ہے کہ امام کے لئے ان آیات کریمہ کا جہراً پڑھنا بھی حرام ہے جن میں کسی پیغمبر کے بارے میں عتاب نازل کیا گیا ہو اور اس سے پڑھنے والے کا مقصد اس پیغمبر کی شانِ اقدس گھٹانا ہو، اس پر امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک منافق تھا وہ لوگوں کی امامت کرتا تھا اور وہ ہمیشہ ''سورۂ عبس،، کے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا کیونکہ اس سورت میں آپ ﷺ کو جناب باری کی طرف سے عتاب ہے ، پس حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کا قصد کیا اور اس کے اس فعل کو حرام (بمعنی کفر) سمجھا کیونکہ یہ لوگوں کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتا تھا (عقائد نظامیہ ص ۵۷)

یہی معاملہ ہر نبی کے ساتھ ہے، اس پر ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں، محمد اسماعیل قریشی سنئیر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان لکھتے ہیں کہ میں ۱۹۸۸ء میں لندن میں تھا اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا، ان دنوں لندن کے سینیما گھروں میں ایک یہودی فلمساز مارٹن اسکورسیس کی ایک انتہائی شرمناک فلم (دہ لاسٹ ٹیمپٹیشن آف کرسٹ، یعنی مسیح کی آخری ترغیبِ جنسی) نمائش کے لئے پیش کی جانے والی تھی جس میں حضرت مسیح کو نعوذ باللہ ایک طوائف کے ساتھ دکھلایا گیا تھا جس کے خلافہ

ہم نے وہاں ایک پریس کانفرنس میں اس فلم کی نمائش پر پابندی لگانے کی اپیل کی ہماری تنظیم ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس لندن کے چیئرمین جناب ریاض احمد نے برٹش فلمز انسٹی ٹیوٹ کونوٹس دیا کہ اس فلم کی نمائش برطانیہ کے قانون بلاس فیمی کے خلاف ہے اوراس سے برطانیہ کے مسلمان شہریوں کی بھی دل آزاری ہوتی ہے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام بھی مسلمانوں کے لائق احترام برگزیدہ اور معصوم پیغمبر ہیں اگراس فلم کی نمائش کو نہ روکا گیا تو پھراس کے فلمساز اور مالکان سینیما کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی ،اس پر وہاں کے عیسائی شہریوں کوبھی غیرت آ گئی اور کیتھیو لک چرچ کے رہنماؤں نے ان کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کا نوٹس دیا اس کے بعدلندن میں اسلامی ملکوں کے مقیم مسلمان نوجوانوں نے پلازہ سینیما کے سامنے جہاں اس شرمناک فلم کی نمائش ہورہی تھی جمعہ ۱۲ستمبر ۱۹۸۸ء کو بکنگ شروع کی جس پر عیسائی فرقوں کے علاوہ خود یہودیوں کا ایک مذہبی گروہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوگیا جس کے نتیجہ میں لندن کے زیرزمین اسٹیشنوں میں جہاں جہاں حضرت مسیح کے ساتھ اس طوائف کی قدآدم تصاویر لگائی گئی تھی ہٹالی گئی اوراس طرح یہ فلم بری طرح ناکام ہوگئی (عصمت انبیاءعلیہم السلام ص ۱۸، ۱۹)

الغرض! ہرنبی کا ادب واحترام ضروری ہے،اسی لئے لکھا ہے کہ یوں تو ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں مگرآپ کے لئے چرواہا کا لفظ استعمال کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بظاہر یہ ذرا مناسب معلوم

نہیں ہوتا (فتاوی اشرفیہ حصہ۲ ص۴)

تو میں ان کی گردن اڑا دیتا

صحابۂ کرام اس معاملہ میں کتنے حسّاس تھے اس کے بہت سے واقعات ہیں، میں صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد محترم حضرت ابوقحافہ ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے آپ کی شان میں کچھ نازیبا کلمات کہہ دیئے، حضرت ابوبکرؓ ان ناشائستہ الفاظ کو سن کر بہت خفا ہوئے حتّٰی کہ اپنے والد کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا انہوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے حقیقت احوال واقعی معلوم کرنے کی غرض سے ابوبکر سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ! اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ ایسے نازیبا کلمات کہنے پر میں ان کی گردن اڑا دیتا اس پر جبرئیل امین قرآن کریم کی یہ آیتیں لیکر نازل ہوئے ''**لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ابداً رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون.**

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور

اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا گو وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا کنبہ قبیلہ کے عزیز ہی کیوں نہ ہوا نہی لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالی نے ایمان کو لکھدیا ہے اور ان کی تائید اپنی روح سے کی ہے انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالی ان سے راضی اور وہ اللہ تعالی سے راضی وہ خدائی لشکر ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کے لشکر والے لوگ ہی کامیاب ہوں گے (باادب بانصیب ص ۴۷، ۴۸)

محبت بھی عجیب چیز ہے

جو لوگ محبت نبوی سے سرشار ہوتے ہیں تو یہ سب چیزیں آسان ہو جاتی ہیں، محبت بھی عجیب چیز ہے، سلطان محمود ناصر الدین ایک نیک صفت بادشاہ گذرا ہے اس کے ایک مصاحب کا نام ''محمد،، تھا بادشاہ ہمیشہ اسے محمد کے نام سے پکارا کرتا تھا ایک دن بجائے محمد کے ''تاج الدین،، کہکر پکارا تو اس مصاحب نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل تو کر لی مگر تین دن تک مارے گھبراہٹ کے بادشاہ کے پاس حاضر نہیں ہوا، بادشاہ نے اس کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے تین دن سے غائب ہو، اس نے کہا کہ جہاں پناہ! آپ ہر وقت ''محمد،، کہکر پکارتے تھے آج تاج الدین کہکر پکارا تو میں ڈر گیا کہ پتہ نہیں کیا بات ہوگئی، ناصر الدین نے کہا کہ میں ہرگز ہرگز تم سے ناراض نہیں ہوں اصل بات یہ تھی کہ میں نے تم کو جس وقت تاج الدین کہکر پکارا اس وقت میں با وضو نہیں تھا، مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ

''محمد''مقدس نام ہے اس کو بغیر وضو کے اپنی زبان پر لاؤں (خطبات منور ج ا ص ۳۳۷)

شرارت

ہدایت القرآن میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہودی لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عجیب وغریب حرکت کرتے تھے کیونکہ ان کا مقصد آپ ﷺ کو تنگ کرنا اور مسلمانوں کو پریشان کرنا ہوتا تھا، کبھی وہ مجلس میں اس طرح بیٹھتے کہ جگہ بہت تنگ ہو جاتی، کبھی بیٹھے بیٹھے اشارہ بازیاں کرتے رہتے کبھی اتنے زور زور سے بولتے کہ بات کرنی دوبھر ہو جاتی، کبھی پہلے ہی سے کوئی ایسی بات سوچ کر آتے کہ جس کا مقصد آپ کو تنگ کرنا ہوتا، غرض جب مجلس میں آکر بیٹھتے کوئی نہ کوئی ناشائستہ حرکت ضرور کرتے مگر حضور ﷺ کی عالی ظرفی تھی کہ کبھی اپنی زبان مبارک سے ان کو کچھ نہیں فرمایا البتہ اللہ تعالی ان کو ان کی اس نالائق حرکتوں پر ٹوکتے رہتے تھے، معلوم ہوا کہ مجلس کا ادب بہت بڑی چیز ہے (ہدایت القرآن ج ا)

بدنیتی

تفسیر انوار البیان میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ ''راعنا''، یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے، عربی میں اس کے معنی ہے ہماری رعایت کیجئے اور عبرانی میں یہ لفظ بد دعا کے معنی میں ہے اور یہ لوگ

اسی نیت سے بولتے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ یہودیوں کی زبان جانتے تھے انہوں نے محسوس کرلیا کہ یہودی ''**راعنا یا محمد**'' کہتے ہیں اور آپس میں ہنستے ہیں لہٰذا انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ آئندہ تم میں سے کسی نے یہ لفظ بولا تو میں گردن ماردوں گا وہ کہنے لگے کہ تم لوگ بھی تو کہتے ہو اس پر یہ آیت اللہ تعالی نے نازل فرمائی۔

امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس میں دلالت ہے اس بات پر کہ جس لفظ میں احتمال خیر وشر دونوں کا ہو اس کا بولنا جائز نہیں جب تک کوئی ایسی چیز اس کے ساتھ نہ ملائی جائے جس سے وہ خیر ہی کے لئے متعین ہو جائے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی ہنسی کرنا مذاق اڑانا ممنوع ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے مومنین کو کافروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے قول میں بھی، فعل میں بھی، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کے تہوار اور عبادات وغیرہ میں مشابہت اختیار کرنا سخت ممنوع ہے (تفسیر انوار البیان ج ا ص ۱۵۰)

مرتبہ رسالت کا ادب صرف معنوی نہیں بلکہ........

تفسیر ماجدی میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مرتبۂ رسالت کا ادب صرف معنوی ہی حیثیت سے نہیں لفظی حیثیت سے بھی ضروری ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ جن الفاظ سے احتمال بھی اہانت کا نکلتا ہے ان

سے احتیاط لازم ہے بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں تو ایسے الفاظ پر حد واجب ہوتی ہے (تفسیر ماجدی ج اص ۲۱۱)

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ لفظی حیثیت سے بھی احترام ضروری ہے، اس میں آج کل بہت کوتاہی پائی جاتی ہے، جن کا نام ''محمد،، ہوتا ہے تو بہت سے لوگ اس لفظ کو بگاڑ کر بولتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ''ممّد،، یا کہتے ہیں ''مَدُ،، یہ تو آپ کے نام پر جو نام رکھا جاتا ہے اس کے متعلق ہوا، ان سے احتیاط بہت ضروری ہے، اسی طرح آج کل ایک فیشن چل نکلا ہے کہ ناموں کو چھوٹا کر کے اختصار کے ساتھ بولنے کا مثلاً کسی کا نام ''سلیمان،، ہے جو ایک نبی کا نام ہے اس کو کہتے ہیں ''ہلمان،، یا کہتے ہیں ''سُولی،، یا مثلاً کسی کا نام ہے ''لقمان،، اس کو کہتے ہیں ''لُک،، یا کہتے ہیں ''لُکی،، یا اسماء حسنی میں سے کسی نام کے آگے عبد لگا کر کسی کا نام رکھا گیا ہے تو عبد کو حذف کر کے صرف پچھلا لفظ بولتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں مثلاً عبدالقادر کو قادر کہکر پکارنا یا عبدالعزیز کو عزیز اور عبدالاحد کو احد کہکر پکارنا اور عبدالرحمٰن کو رحمٰن کہہ کر پکارنا وغیرہ۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کسی مخلوق کو ''رحمٰن،، کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی رحمت سے عالم کی کوئی چیز خالی نہ رہے اسی لئے جس طرح لفظ ''اللہ،، کا جمع اور تثنیہ نہیں آتا ''رحمٰن،، کا بھی جمع و تثنیہ نہیں آتا کیونکہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے اور

تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آج کل ''عبد الرحمٰن ،، ''فضل الرحمٰن ،، وغیرہ ناموں میں تخفیف کر کے ''رحمٰن ،، کہتے ہیں اور اس شخص کو اس لفظ سے خطاب کرتے ہیں یہ ناجائز و گناہ ہے (معارف القرآن ج۱ص۷۶)

یہود کی ایک اور قبیح حرکت

تو یہودی آپ کو اپنی بری حرکتوں سے پریشان کرتے رہتے تھے، ان کی ایک اور قبیح حرکت یہ تھی کہ جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تھے تو ''السلام علیکم ،، کی بجائے ''السام علیکم ،، کہتے تھے سام کا معنی موت یا ہلاکت ہے گویا ''السلام ،، کا لفظ بگاڑ کر ''السام ،، کہتے تھے، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جب وہ سلام کریں تو اس کا جواب ''وعلیکم السلام ،، کی بجائے صرف ''وعلیکم ،، دیا کرو، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ تم پر ہی ہو یعنی اگر ''السلام ،، کی بجائے ''السام ،، بولا جائے تو یہ ہلاکت تمہیں نصیب ہو اللہ تعالی نے اسی کو فرمایا کہ ''حیّوک بما لم یحیّک به الله ،، یہ لوگ آپ کو ایسی دعا دیتے ہیں جو اللہ تعالی نے نہیں دی۔

مشتبہ الفاظ کے استعمال کی ممانعت

معلوم ہوا کہ مشتبہ الفاظ کے استعمال سے بچنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عام گفتگو میں مشتبہ الفاظ استعمال نہ کرو، کوئی شخص اپنے غلام یا

لونڈی کو ''عبدی،، یا ''امتی،، کہکر نہ پکارے لفظِ عبد سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ پکارنے والا شاید اپنے آپ کو معبود سمجھ رہا ہے حالانکہ معبود تو صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، عبد کا لفظ استعمال تو ہوسکتا ہے مگر معاملہ بالکل واضح ہونا چاہئے کسی قسم کا شبہ نہیں رہنا چاہیئے، اسی طرح لونڈی کو بندی کہکر پکارنے کی بجائے لونڈی کہکر پکارو یہ الفاظ اس لئے مناسب نہیں کہ ''**کلکم عبید اللہ**،، تم اللہ کے بندے ہو، اسی طرح ساری عورتیں اللہ تعالی کی بندیاں ہیں، یہ کسی انسان کے بندے بندیاں نہیں ہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ''**لا تقولوا للغضب الکرم**،، یعنی انگور کو کرم مت کہو بلکہ عنب کہو یا حبلہ کہہ سکتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ کرم تو مؤمن کا دل ہے جس میں ایمان پایا جاتا ہے اور جس میں اخلاق حسنہ ہوتے ہیں ایسی چیز کو انگور کے معنوں میں استعمال کرنا درست نہیں انگور سے عام طور پر شراب تیار کی جاتی ہے۔

لیڈر کا لفظ انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی راہنمائی کرنے والا ہے بلا شبہ پیغمبر بھی راہنمائی کرتا ہے مگر یہ ایک ایسا لفظ ہے جو ہر قسم کے راہنما کے لئے استعمال ہوتا ہے عام طور پر اس کا اطلاق سیاسی لوگوں پر ہوتا ہے خواہ وہ کیسے بھی ہو لہذا اس قسم کا مشتبہ لفظ پیغمبر اسلام کے لئے ہرگز شایان شان نہیں، اس زمانے کے بعض مصنفین نے اپنی تصانیف میں یہ لفظ حضور کے لئے استعمال کیا ہے جو قطعاً

نامناسب ہے، حضور نے فرمایا کہ مشتبہ لفظ کسی عام چیز کے لئے بھی استعمال نہ کیا جائے چہ جائے کہ خود حضور کی ذات اقدس کے لئے ایسا لفظ بولا جائے البتہ messengerیاprophetوغیرہ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

الغرض! فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرو جو آپ کی شان کے خلاف ہو اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یاد رکھو" وللکٰفرین عذاب الیم "، کلمۂ کفر کہنے والوں کے لئے اللہ تعالی نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے (معالم العرفان فی دروس القرآن ج۲)

بہرحال! مشتبہ الفاظ کے استعمال سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسے الفاظ عام طور پر ذومعنی (دومعنی والے) ہوتے ہیں جس کو عام طور پر غلط معنی ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، دومثالیں پیش خدمت ہے۔

(۱) مدارس عربیہ میں حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی رحمہ اللہ کی ایک کتاب داخل نصاب ہے جس کا نام ہے" نفحۃ العرب "، اس میں ایک مقام پر ہے

خاط لی زید قباءً   لیت عینیہ سواءا

اس میں شاعر یہ کہہ رہا ہے کہ زید نے میری قبا بنائی، کاش کہ اس کی دونوں آنکھیں برابر ہوتیں، اب اس نے اس میں ایسا مشتبہ لفظ استعمال کیا ہے کہ پتہ ہی نہیں چل رہا ہے کہ وہ خیاط (درزی) کی تعریف کررہا ہے یا برائی کیونکہ خیاط ایک

آنکھ سے کانا تھا اب اس نے جو قبا سیا اگر وہ شاعر کو پسند آیا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ وہ خوش ہوکر یہ دعا کر رہا ہے کہ کاش! اس کی دوسری آنکھ بھی برابر ہوتی اسے اس سے نظر آتا تا کہ وہ اور اچھا کام کرتا، یا یہ مطلب ہے کہ شاعر کو وہ قبا پسند نہیں آئی تو وہ اسے بددعا دے رہا ہے کہ کاش اس کی دوسری آنکھ بھی خراب ہوتی یعنی وہ اندھا ہوتا تا کہ نہ وہ سینا جانتا اور نہ میری قبا بگڑتی۔

(۲) فارسی شاعروں میں ایک مشہور شاعر گذرا ہے ''عرفی،، اس کے اشعار بہت مشہور ہیں ابوالفضل اور فیضی عرفی کے ہم عصر ہیں، یہ جلال الدین اکبر کے زمانے کے ہیں ابوالفضل اور فیضی کے والد کا نام ملا مبارک ہے، ابوالفضل کو کتے پالنے کا شوق تھا کتیا کے جب بچے ہوتے ہیں تو بڑی تعداد میں ہوتے ہیں اتفاق کی بات کے ابوالفضل کے مکان پر کتیا نے بچے دے رکھے تھے، عرفی ابواالفضل کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کے کتیا کے بچے ادھر ادھر پھر رہے ہیں، عرفی نے ابوالفضل پر اس طرح چوٹ کی کہ ''صاحبزادگاں چہ اسم موسوم اند،، جناب آپ نے صاحبزادوں کا کیا نام رکھا ہے، دیکھئے! اس نے کیسی چوٹ کی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرفی نے ابوالفضل کو کتا بنا دیا۔

ابوالفضل نے دیکھا کہ عرفی نے مجھ پر چوٹ کر دی ہے تو اب اس نے بھی اس پر چوٹ کی، عرفی کے جواب میں ابوالفضل نے کہا کہ ''باسم عرفی،، اس کے دو معنی ہیں ایک معنی تو یہ کہ میں نے ان کا نام نہیں رکھا ہے بس وہی ہے جو عرف عام

میں ہے، دوسرے معنی یہ کہ ان کا نام ہم نے وہی رکھا ہے جو آپ کا تخلص عرفی ہے، عرفی نے دیکھا کہ اس نے مجھ پر چوٹ کی ہے، تو عرفی نے بھی اس کا جواب چوٹ ہی سے دیا، عرفی نے کہا ''مبارک باشد،، یہ آپ کو مبارک ہو، اس کے بھی دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ صاحبزادے آپ کو مبارک ہوں، دوسرے معنی یہ کہ ان کا نام عرفی نہیں ہے ان کا نام تو وہ ہے جو تمہارے والد کا ہے (خطبات احتشام الحق ج۲)

بہر حال! مجھے بتانا یہ تھا کہ اس سے چونکہ عداوت پھیلتی ہے اس لئے ایسے مشتبہ الفاظ کے استعمال سے شریعت نے ہمیں منع کیا ہے۔

بعداز خطبہ

وربک یخلق ما یشاء ویختار،ماکان لھم الخیرۃ،سبحن اللہ وتعالی عما یشرکون.

بزرگان محترم!استخارہ کے معاملے میں ہمارا سماج اورسوسائٹی افراط و تفریط کا شکار ہے، اس سلسلہ میں کچھ ضروری باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

استخارہ کا فائدہ

علماء نے لکھا ہے کہ جوآدمی استخارہ کرے گا اس کا نقصان نہیں ہوگا اور جو مشورہ کرے گا اس کو شرمندگی نہیں ہوگی اور جو میانہ روی اختیار کرے گا کبھی تنگدست نہیں ہوگا۔

طریقۂ استخارہ

امام نسائیؒ نے ’’نسائی شریف،، میں باب نمبر ۱۶۳۸ قائم فرمایا جس کا عنوان ہے’’بـاب کیفَ الاستخارۃُ ،،استخارہ کا مسنون طریقہ پھر جوروایت ذکر فرمائی ہے وہ حدیث نمبر کے اعتبار سے’’۳۲۵۸،، ہے، جواس طرح ہے

عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلمنا السورۃ من القرآن یقول اذا ھم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم یقول اللھم

انی استخیرک بعلمک واستعینک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم،فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب،اللهم ان کنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری او قال فی عاجل امری وآجله فاقدره لی ویسره لی ثم بارک لی فیه،وان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی و عاقبة امری او قال فی عاجل امری وآجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به .

ترجمہ۔حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہر ایک کام میں استخارہ کرنے کی تعلیم فرماتے تھے اور آپ استخارہ کرنے کی اس طریقہ سے تعلیم فرماتے تھے جس طریقہ سے قرآن مجید کی کوئی سورت مبارکہ کی تعلیم دیتے تھے اور آپ یہ فرماتے تھے کہ اگر تمہارے میں سے کوئی شخص کچھ کرنے کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی برکت سے خیر اور بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد مانگتا ہوں نیز میں تیرے فضل عظیم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں نہیں رکھتا،تو واقف ہے اور میں واقف نہیں ہوں اس لئے کہ تو تمام غیب کی چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

اے اللہ! اگر تو سمجھتا ہے کہ یہ کام میرے واسطے اور میرے دین اور معاش

کے واسطے بہتر ہے اور اس کا انجام بہتر ہے راوی کو شک ہے کہ آپ نے **فی دینی و معاشی** ارشاد فرمایا **یا فی عاجل امری و آجلہ** ارشاد فرمایا (مطلب دونوں جملوں کا قریب قریب ہے) یعنی اے اللہ! تو مجھ کو اس کام پر قدرت عطا فرما دے اور تو میرے واسطے اس کو آسان فرما دے اور اس میں برکت عطا فرما دے، اور اگر میرے واسطے میرے دین کے واسطے اور میرے روزگار کے واسطے بہتر نہیں ہے اور اس کا انجام بھی بہتر نہیں ہے، تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے دور فرما دے، پھر میرے واسطے کہیں سے بھی بھلائی کو مقدر فرما (اور مجھے) اس پر صبر عطا فرما (راضی فرما دے) اوپر استخارہ کی جو دعا ذکر فرمائی اس میں ''**ان ھذا الامر**،، کا جملہ دو جگہوں پر ہے دونوں جگہوں پر اپنی حاجت ذکر کرے مثلاً سفر کے لئے استخارہ کر رہا ہے تو یہ کہے ''یا اللہ میں فلاں جگہ کے سفر میں جانا چاہتا ہوں اس میں خیر ہے یا نہیں مجھے صاف بتا دے،، اور اگر نکاح کے لئے استخارہ کر رہا ہے تو یہ کہے ''یا اللہ میرا نکاح فلانہ بنت فلاں کے ساتھ یا فلاں بن فلاں کے ساتھ کرنے میں خیر ہے یا نہیں مجھے صاف بتا دے،، اور خرید وفروخت کے لئے استخارہ کر رہا ہے تو یہ کہے ''یا اللہ فلاں نمبر کی دکان یا مکان یا جگہ یا زمین فروخت کرنے میں یا خریدنے میں خیر ہے یا نہیں مجھے صاف بتا دے،، اسی طرح جو بھی چیز ہو اس کی نیت کرے (نماز کے مسائل انسائیکلوپیڈیا جلد ا ص ۱۸۴)

پتہ چلا کہ استخارہ مسنون عمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم

الرضوان کو استخارہ کی با قاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے،حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت امت مسلمہ کا اجتماعی المیہ یہ ہے کہ وہ اس مسنون عمل سے بے خبر ہے۔

استخارہ کا فائدہ یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا یعنی انجام کے اعتبار سے استخارہ کرنے والے کو ضرور کامیابی ہوگی، چاہے کسی موقع پر اس کے دل میں یہ خیال بھی آجائے کہ جو کام ہوا وہ اچھا نہیں ہوا،لیکن اس خیال کے آنے کے باوجود کامیابی اسی شخص کو ہوگی جو اللہ تعالی سے استخارہ کرتا رہے۔

استخارہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ صفت بن جاتا ہے،استخارہ کرنے والا اپنی ذاتی رائے سے نکل جاتا ہے،اور اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے،اس کی بہیمیت (حیوانیت) ملکیت کی تابعداری کرنے لگتی ہے اور وہ اپنا رخ پوری طرح اللہ تعالی کی طرف جھکا دیتا ہے،تو اس میں فرشتوں کی سی خو اور بو پیدا ہو جاتی ہے، ملائکہ الہام ربانی کا انتظار کرتے ہیں اور جب ان کو الہام ہوتا ہے تو وہ داعیہ ربانی سے اس معاملہ میں اپنی سی پوری کوشش خرچ کرتے ہیں،ان میں کوئی داعیہ نفسانی نہیں ہوتا،اسی طرح جو بندہ بکثرت استخارہ کرتا ہے وہ رفتہ رفتہ فرشتوں کے مانند ہو جاتا ہے،حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ کے مانند بننے کا یہ ایک تیر بہدف مجرب نسخہ ہے، جو چاہے آزما کر دیکھے (حجۃ اللہ البالغۃ)

اگر کسی کو استخارہ کی دعا زبانی یاد نہ ہو تو کوئی بات نہیں کتاب سے دیکھ کر یہ دعا مانگ لے، اگر عربی میں دعا مانگنے میں وقت ہو رہی ہو تو ساتھ ساتھ اردو میں بھی یہ دعا مانگے، بس! دعا کے جتنے الفاظ ہیں وہی اس سے مطلوب ومقصود ہیں۔

اب ایک مسئلہ ہے استخارہ بندے کو خود کرنا چاہئے یا دوسروں سے کرانا چاہئے، ''مجالس مفتی اعظم،، میں ہے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو دوسروں سے استخارہ کرایا کرتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے، بعض لوگوں نے عملیات مقرر کر لئے ہیں دائیں طرف یا بائیں طرف گردن پھیرنا یہ سب غلط ہیں، ہاں دوسروں سے کرالینا گناہ تو نہیں لیکن اس دعا کے الفاظ ہی ایسے ہیں کہ خود کرنا چاہئے، البتہ گنجائش کسی دوسرے معتبر اور اس عمل سے پوری طرح واقف شخص سے کرانے کی بھی ہے۔

محمود الفتاوی جلد اول ص ۴۷۷ پر ایک سوال ہے اگر کسی کو کوئی کام پڑ جائے اور وہ اس کام کے لئے دوسرے آدمی سے استخارہ کرنے کو کہے تو کیا دوسرا آدمی استخارہ کرسکتا ہے؟

اس کے جواب میں تحریر کیا ہے کہ استخارہ عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے ''ایسی چیز کا سوال کرنا جس میں خیر ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کی سعادت مندی یہ ہے کہ اللہ تعالی سے خیر کا سوال کرتا رہے، اسی لئے اگر اس کے لئے کسی وجہ سے نماز دشوار ہو تو صرف دعا سے بھی استخارہ کرسکتا ہے، ترمذی

شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے "**اللھم خرلی واختر لی**"، خود اپنے لئے استخارہ کرنے کے بجائے دوسروں سے کروانا صراحت سے کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا البتہ استخارہ کی حقیقت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ بھی درست ہونا چاہئے، اس لئے کہ آدمی جس طرح اپنے لئے ایسی چیز کا سوال کرتا ہے جس میں خیر ہو اسی طرح دوسرے کے لئے بھی اس قسم کا سوال درست ہے۔

چند کوتاہیاں اور غلط فہمیاں

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ استخارہ کس قدر آسان کام ہے مگر اس میں بھی لوگوں نے کئی پیوند لگا دیئے ہیں۔

(۱) پہلا پیوند یہ کہ دو رکعت پڑھ کر کسی سے بات کئے بغیر سو جاؤ، سونا ضروری ہے ورنہ استخارہ بے فائدہ رہے گا۔

(۲) دوسرا پیوند یہ لگایا کہ لیٹو بھی دائیں کروٹ پر۔

(۳) تیسرا یہ کہ قبلہ رو لیٹو۔

(۴) چوتھا پیوند یہ لگایا کہ لیٹنے کے بعد اب خواب کا انتظار کرو استخارہ کے دوران خواب نظر آئے گا۔

(۵) پانچواں پیوند یہ لگایا کہ اگر خواب میں فلاں رنگ نظر آئے تو وہ کام بہتر ہوتا ہے، فلاں نظر آئے تو وہ بہتر نہیں۔

(۶) چھٹا پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں کوئی بزرگ آئے گا بزرگ کا انتظار کیجئے کہ وہ خواب میں آکر سب کچھ بتا دے گا، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بزرگ کون ہوگا؟ اگر شیطان ہی بزرگ بن کر خواب میں آجائے تو اس کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ شیطان ہے یا کوئی بزرگ؟

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ صرف اسی کام میں ہے جو کام بہت اہم یا بڑا ہے اور جہاں انسان کے سامنے دوراستے ہیں، یا جس کام میں انسان کو تردد یا شک ہے صرف ایسے ہی کاموں میں استخارہ کرنا چاہئے، چنانچہ آج کل عوام الناس کو اپنی زندگی کے صرف چند مواقع پر ہی استخارہ کے مسنون عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے، مثلاً نکاح کے لئے یا کاروبار کے لئے استخارہ کرلیا اور بس! گویا ہم ان چند گنے چنے مواقع پر تو اللہ تعالی سے خیر اور بھلائی کے طلب گار ہیں اور باقی تمام زندگی کے روز وشب میں ہم اللہ تعالی سے خیر مانگنے سے بے نیاز اور مستغنی ہیں، یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ استخارہ صرف اہم اور بڑے کاموں ہی میں نہیں ہے بلکہ اپنے ہر کام میں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ تعالی سے خیر اور بھلائی طلب کرنی چاہئے، اسی طرح استخارے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کام میں تردد اور تذبذب ہو تب ہی استخارہ کیا جائے، بلکہ تردد نہ بھی ہو اور اس کام میں ایک ہی صورت اور ایک ہی راستہ ہو تب بھی استخارہ کرنا چاہئے۔

استخارہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت ہی کرنا چاہئے یا عشاء کی نماز کے بعد ہی کرنا چاہئے، ایسا کوئی ضروری نہیں بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت استخارہ کرلے، نہ رات کی کوئی قید ہے اور نہ دن کی کوئی قید ہے بشرطیکہ وہ نفل کی ادائیگی کا مکروہ وقت نہ ہو۔

استخارہ کے ذریعہ گذشتہ یا آئندہ کا کوئی واقعہ معلوم کرنا

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ استخارہ کا مقصد تردد اور شک ختم کرنا ہے نہ کہ آئندہ کسی واقعے کو معلوم کرلینا، بعض لوگ استخارہ کی یہ غرض بتلاتے ہیں کہ اس سے گذشتہ زمانے میں پیش آنے والا کوئی واقعہ یا آئندہ ہونے والا واقعہ معلوم ہوجاتا ہے، سو استخارہ شریعت میں اس غرض سے منقول نہیں بلکہ وہ تو محض کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا تردد اور شک دور کرنے کے لئے ہے، نہ کہ واقعات معلوم کرنے کے لئے بلکہ ایسے استخارہ کے ثمرہ اور نتیجے پر یقین کرنا بھی ناجائز ہے۔

استخارہ کے ذریعے چور کا پتہ یا خواب میں کوئی بات معلوم کرنا

جس طرح استخارہ سے گذشتہ زمانے میں پیش آنے والا کوئی واقعہ نہیں پتہ چل سکتا بالکل اسی طرح آئندہ پیش آنے والا واقعہ کہ فلاں بات یوں ہوگی معلوم نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی استخارہ کو اس غرض کے لئے سمجھے ہوئے ہے تو یہ بالکل

باطل اعتقاد ہے، یادرکھئے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی حدیث شریف سے ثابت نہیں، بس یہ باتیں لکھنے والوں نے کتابوں میں بغیر تحقیق کے لکھ دی ہیں، اللہ تعالی ان لکھنے والے مصنفین پر رحم فرمائیں۔

استخارہ کام کے ارادہ سے پہلے ہو

استخارہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ارادہ ابھی کرلو پھر برائے نام استخارہ بھی کرلو، استخارہ تو ارادہ سے پہلے کرنا چاہئے تاکہ ایک طرف قلب کو سکون پیدا ہوجائے، اس میں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں، استخارہ اس شخص کے لئے مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو، ورنہ جو خیالات ذہن میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں دل اسی جانب مائل ہوجاتا ہے اور وہ شخص اس غلط فہمی کا شکار رہتا ہے کہ یہ بات استخارہ سے معلوم ہوئی ہے۔

استخارہ صرف جائز کاموں میں ہے

استخارہ کا محل مباحات ہے، جو مباح یعنی جائز کام ہیں ان میں استخارہ کرنا چاہئے، جو چیزیں اللہ تعالی نے فرض کردی ہیں یا واجبات اور سنن مؤکدہ ہیں ان میں استخارے کی حاجت نہیں، فارسیان کہتے ہیں ’’در کارے خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست،، ۔اسی طرح جن کاموں کو شریعت اسلامیہ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے ان میں بھی استخارہ نہیں ہے۔

رشتوں کے لئے استخارہ

رشتہ کا معاملہ عام معاملات سے الگ ہے، یہ صرف اولاد کا کام نہیں بلکہ والدین کا کام بھی ہے، صحیح رشتہ کا انتخاب والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے اور ان کو مستقبل کے حوالے سے سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں رشتہ کریں؟ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہے وہ خود بھی استخارہ کرلیں اور اگر ان کے والدین زندہ ہوں تو وہ بھی کرلیں۔

استخارے کا ایک اور مسنون طریقہ

استخارے کا ایک تو تفصیلی طریقہ ہے جو معروف ہے، لیکن قربان جائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے وقت کی کمی اور فوری فیصلے کی صورت میں بھی ایک مختصر سا استخارہ تجویز فرمادیا تاکہ استخارہ سے محرومی نہ ہوجائے کیونکہ بسا اوقات انسان کو اتنی جلدی اور فوری فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ دو رکعت پڑھ کر دعا کرنے کا موقع ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ اچانک کوئی کام سامنے آ گیا اور فوراً اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہے، اتنا وقت ہے نہیں کہ دو رکعت نفل پڑھ کر استخارہ کیا جائے تو ایسے موقع کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دعائیں تلقین فرمائی ہیں (۱) **اللھم خرلی واخترلی** (کنز العمال)

مفہوم۔اے اللہ! میرے لئے آپ پسند فرمادیجئے کہ مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے، بس یہ دعا پڑھ لے۔

(۲) **اللھم اھدنی وسدّدنی** (مسلم شریف)

مفہوم۔اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمائیے اور مجھے سیدھے راستے پر رکھئے۔

(۳) **اللھم الھمنی رشدی** (ترمذی شریف)

مفہوم۔اے اللہ! جوصحیح راستہ ہے وہ میرے دل پر القاءفرمادیجئے،ان دعاؤں میں سے جودعایادآجائے اس کواسی وقت پڑھ لے،اوراگرعربی میں دعایاد نہ آئے تواردوہی میں دعاکرلوکہ اے اللہ! مجھے یہ کشمکش پیش آئی ہے آپ مجھے صحیح راستہ دکھادیجئے،اگرزبان سے نہ کہہ سکوتودل ہی دل میں اللہ تعالی سے کہہ دوکہ یا اللہ! یہ مشکل اوریہ پریشانی پیش آگئی ہے آپ صحیح راستے پرڈال دیجئے جوراستہ آپ کی رضاکےمطابق ہواورجس میں میرے لئے خیرہو۔

صاحب معارف القرآن سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانامفتی محمد شفیع صاحبؒ کاساری عمریہ معمول رہاکہ جب کبھی کوئی ایسامعاملہ پیش آتاجس میں فوری فیصلہ کرناہوتاکہ یہ دوراستے ہیں ان میں سےایک راستے کواختیارکرناہے توآپ اس وقت چندلمحوں کے لئے آنکھ بندکرلیتے،اب جوشخص آپ کی عادت سے واقف نہیں اس کومعلوم ہی نہیں ہوتاکہ یہ آنکھ بندکرکےکیاکام ہورہاہےلیکن حقیقت میں وہ آنکھ بندکرکےذراسی دیرمیں اللہ تعالی کی طرف رجوع کرلیتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالی سے دعاکرلیتے کہ یااللہ! میرے سامنے یہ کشمکش کی بات

پیش آگئی ہے میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا فیصلہ کروں، آپ میرے دل میں وہ بات ڈال دیجئے جو آپ کے نزدیک بہتر ہو، بس دل ہی دل میں یہ چھوٹا سا اور مختصر سا استخارہ ہوگیا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ہر کام کرنے سے پہلے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرلے تو اللہ تعالی ضرور اس کی مدد فرماتے ہیں، اس لئے کہ تمہیں اس کا اندازہ نہیں کہ تم نے ایک لمحہ کے اندر کیا سے کیا کرلیا، یعنی اس لمحہ کے اندر تم نے اللہ تعالی سے رشتہ جوڑ لیا۔

استخارہ کے چند متفرق مسائل

مسائل بہشتی زیور جلد اول میں ہے اگر (استخارہ میں) ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے، اسی طرح سات دن تک کرے ان شاء اللہ تعالی ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہوجائے گی۔

استخارہ کے لئے خواب دکھائی دینا ضروری نہیں ہے لیکن کبھی خواب دکھائی دینے سے بھی اندازہ ہوتا ہے، مثلاً اگر کام موافق ہو تو خواب میں وہ کام تکمیل کو پہنچا ہوا دکھائی دے یا خواب میں کوئی شخص یہ بتائے کہ استخارہ ٹھیک آیا ہے یا خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے یا رواں پانی یا کوئی نورانی چیز دکھائی دے۔

موافق نہ ہونے کی یہ صورتیں ہیں کہ خواب میں اسے وہ کام کرنے سے

روک دیا جائے یا خواب میں وہ کام نہ ہوتا ہوا دکھائی دے یا خواب میں سرخ یا سیاہ چیز دکھائی دے یا آگ یا دھواں یا لڑائی دیکھے۔

اگر کوئی نیک کام کرنا ہو مثلاً حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن جاؤں یا نہ جاؤں۔

استخارہ کی حقیقت

استخارہ کی دعا کا مفہوم ہے کہ اے اللہ اگر یہ معاملہ میرے لئے خیر ہو تو میرے دل کو متوجہ کر دے اور اس میں میرے لئے خیر کر دے، ورنہ میرے دل کو اس سے ہٹا دے اور جو میرے لئے خیر ہو وہ عطا کر دے، پھر اس کے بعد اگر اس طرف دل متوجہ ہو تو گمان غالب رکھنا چاہئے کہ اس میں خیر ہے، خواہ مطلوب حاصل ہو یا نہ ہو، مطلوب حاصل نہ ہونے کا خیر ہونا اس کے آثار خیر کے اعتبار سے ہے کہ دنیا میں اس کا نعم البدل ملے گا یا آخرت میں صبر کا اجر ملے گا وغیرہ، اور استخارہ نہ کرنے میں مجموعی طور پر اس خیر کا وعدہ نہیں خواہ مطلوب کل کا کل یا اس کا کچھ حصہ عطا ہو جائے، پس استخارہ کا فائدہ تسلی ہے کہ ہم کو ضرور خیر عطا ہو گی۔

استخارہ کرنے اور نہ کرنے کے آثار میں جو فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استخارہ اگر موثر ہو تو اس کے بعد دل میں ایسی چیز نہ آئے گی جس میں بے احتیاطی ہو جبکہ استخارہ نہ کرنے کی صورت میں ایسی چیز کے آنے کا احتمال ہے کہ کچھ غور کرنے سے اس کا نقصان دہ ہونا معلوم ہو سکتا تھا مگر اس نے غور نہیں کیا اور بے احتیاطی سے

اس کو اختیار کرلیا،اور جب اپنے ہاتھوں نقصان کو اختیار کیا جائے تو اس میں خیر کا وعدہ نہیں ہے،اسی وجہ سے استخارہ کرنے والے کو ہر حال میں اپنے کئے پر اطمینان رہتا ہے ندامت نہیں ہوتی۔

الغرض !استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر کا وعدہ ہے خواہ خیر ظاہری ہو یا خیر باطنی ہو۔

استخارہ کا معمول

ہماری مسجد مسجد قبا کے مصلی تھے جناب عثمان چچا کاڈیا مرحوم ان کے اندر اللہ تعالی نے ایک قابل رشک خوبی ودیعت فرمائی تھی وہ تھی دن بھر کے اپنے ہر کام میں (یعنی ہر وہ کام جس میں استخارہ کیا جاسکتا ہے)استخارہ کرنا،مجھ سے انہوں نے یہ بات کئی مرتبہ کہی کہ میں اپنا روزانہ کا جو بھی کام کرتا ہوں اس سے پہلے استخارہ کر لیتا ہوں،اور کچھ خاص معاملات میں وہ خود تو استخارہ کرتے ہی تھے مجھ سے بھی استخارہ کرنے کو کہتے تھے،میں اس کے جواب میں کہتا تھا کہ آپ تو استخارہ کے معاملے میں ’’انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں ،انسائیکلوپیڈیا آف استخارہ ہیں،،یہ سنکر وہ مسکرادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تو بھی میری طرف سے استخارہ کرلے گا تو مجھے اطمینان ہوجائے گا،میں کسی نہ کسی طرح مرحوم کی فرمائش کو ٹال دیتا تھا اور وہ مان بھی جاتے تھے،دعا ہے اللہ تعالی ہمیں قابل عمل باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

بعد از خطبہ

کل من علیها فان ویبقه وجه ربک ذوا لجلال والاکرام

خدا جس حال میں رکھے رہنا پڑتا ہے

خوشی ملے یا غم سہنا پڑتا ہے
خدا جس حال میں رکھے رہنا پڑتا ہے
زندگی کو دریا کے پانی کی طرح
وقت کے بہاؤ کے ساتھ بہنا پڑتا ہے
دل کے سمندر میں غم کی لہریں اٹھنے لگے
تو پھر آنکھوں سے آنسوؤں کو بہنا پڑتا ہے
امیر ہو یا غریب شاہ ہو یا گدا سب کو
اک دن دنیا کو الوداع کہنا پڑتا ہے

۲۹ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۲۰۲۴ء بروز سنیچر کو انڈیا کے دیوبند ثانی یعنی جامعہ ڈابھیل کے مؤقر استاذ، استاذ الاساتذہ، شیخ القراء حضرت قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ۔**انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی۔**

استاذ الاساتذہ

شاگرد ہیں ہم میر سے استاد کے راسخ

استادوں کا استاد ہے استاد ہمارا

بندے نے تقریبا ساڑھے چار سال جامعہ ڈابھیل میں تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۲ء تک، اس دوران جن اساتذۂ کرام سے درجہ تجوید میں شرف تلمذ تہہ کیا ان کے اسماء گرامی اس طرح ہے۔

(۱) قاری اشرف صاحب کوکنی دامت برکاتہم

(۲) قاری یوسف صاحب وانکانیری دامت برکاتہم

(۳) قاری عبدالرحمٰن صاحب سملکی دامت برکاتہم العالیہ

تینوں اساتذۂ کرام نے درجہ تجوید حضرت قاری احمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے پڑھا تھا اس اعتبار سے حضرتؒ بندے کے استاذ الاساتذہ تھے۔

بارعب شخصیت کے مالک تھے

حضرت رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے بڑی بارعب شخصیت بنایا تھا، چہرہ نورانی اور داڑھی بالکل گھنی تھی، جب بھی آپ کی زیارت کی سعادت ملی آپ کو سفید لباس میں ہی دیکھا، اونچی لمبی ٹوپی پہنتے تھے۔

فنا فی القرآن شخصیت تھے

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا حدیث سے اشتغال آپ کا علمی مشغلہ اور پیشہ نہیں ہے، ذوق وحال ہے جو کسی لمحہ آپ سے جدا نہیں ہوتا ہے اور آپ اسی کے روح پرور ماحول میں رہتے اور سانس لیتے ہیں(ذکر زکریا ج ص۳۳۴۔۳۳۵) حضرت قاری احمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا قرآن کریم کو لے کر یہی حال تھا کہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے (حضرتؒ اپنے مکان سے درس گا ہتشریف لاتے اس وقت آپ کے ساتھ عموماً ایک دو طالب علم ساتھ ہوتے اور راستہ بھر میں وہ آپ کو قرآن کریم سنا رہے ہوتے تھے) سفر، حضر دن رات آپ کی گفتگو کا محور ومرکز قرآن کریم ہی ہوتا تھا، گویا آپ عاشق قرآن بلکہ فنا فی القرآن تھے،شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے حضرتؒ جیسے حضرات کے لئے ہی کہا تھا کہ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ایک دلی چاہت اور اس کی تکمیل

حضرتؒ کی دلی چاہت تھی کہ قرآن کریم کو فضا میں میں بھی پڑھا اور

سنا جائے، چنانچہ آپ کے ایک سعادتمند اور قدر دان شاگرد نے آپ کی یہ دلی تمنا بھی پوری کی۔

چہل قدمی اور اس کے فوائد

میرے دور طالب علمی میں حضرتؒ کا فجر کی نماز کے بعد جامعہ کے پارک میں چہل قدمی کا معمول تھا، اس وقت بھی بعض مرتبہ کوئی طالب علم ساتھ ہوتا تھا جو آپکو چہل قدمی کے دوران قرآن کریم سناتا تھا۔

چہل قدمی کے بہت سے فوائد بتائے جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ تین منٹ چہل قدمی سے بلڈ پریشر میں کمی واقع ہوتی ہے۔

پانچ منٹ کی چہل قدمی سے موڈ میں خوشگوار تبدیلی آتی ہے۔

دس منٹ کی چہل قدمی سے سوچ میں تازگی آتی ہے۔

کھانے کے بعد پندرہ منٹ کی چہل قدمی سے خون میں شوگر متوازن رہتی ہے۔

کھانے کے بعد تیس منٹ کی چہل قدمی سے موٹاپے سے حفاظت رہتی ہے۔

چالیس منٹ کی چہل قدمی سے دل کے امراض سے حفاظت رہتی ہے۔

اور نوے منٹ کی چہل قدمی سے مایوسی اور ڈپریشن کے اثرات سے حفاظت رہتی ہے۔

کبھی یہ دعا دل سے مانگی ہوگی جوان کے حق میں قبول ہوگئی

ماضی قریب میں ایک شخصیت گذری ہے وہ بھی قاری احمداللہ صاحبؒ کی طرح ہی فنافی القرآن تھے جس سے میری مراد حضرت قاری فتح محمد صاحبؒ ہیں، ان کے تعلق سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ سب اوصاف حضرت قاری احمداللہ صاحبؒ کی شخصیت میں بھی بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

لکھا ہے کہ قاری فتح محمد صاحب کی زندگی کا نقشہ مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو کسی مبالغہ کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی پوری زندگی قرآن کریم میں رچی بسی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماثورہ دعاؤں میں سے ایک دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! میں آپ کے اس نام کے واسطے سے جس سے آپ کا عرش قرار پذیر ہے سوال کرتا ہوں کہ ”**ان ترزقنی القرآن العظیم**“ آپ مجھے قرآن عظیم عطا فرمائیں ”**وتخلطه بلحمی ودمی وسمعی وبصری وتستعمل به جسدی**“ اور اسے میرے گوشت میرے خون اور میری سماعت اور میری بصارت میں رچا دیں، اور میرے جسم کو قرآن ہی میں استعمال فرمائیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاری صاحب نے کبھی یہ دعا دل سے مانگی ہوگی جوان کے حق میں قبول ہوگئی، ان کی زبان تو تقریباً ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت

سے شاداب رہتی ہی تھی، لیکن ان کی سوچ ان کے قلب وذہن اور فکر وخیال کا محور بھی قرآن کریم ہی تھا، بس فکر ہروقت یہ تھی کہ قرآن کریم کی تعلیم اور نشر واشاعت کا بہتر سے بہتر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔

ہو جائے خدا کا فضل تو پھر یہ بات ہوتی ہے
متواتر قراءتیں بھی سورۂ فاتحہ کی طرح یاد ہوتی ہے

حضرت قاری صاحب کو قرآن کریم کی متواتر قراءتیں اور ان کی مختلف روایات اس طرح زبانی یاد تھیں جیسے عام مسلمانوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہیں۔

کیا لوگ تھے جو ہم نے کھو دیئے
جب بھی انہیں یاد کیا ہم رو دیئے
خدا کا یہ اہل گجرات پہ کتنا کرم ہے
کہ ہر فن کے اسے بہتر لوگ دیئے

ہوگئی ہے خاموش اب وہ آواز

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی خوبصورت، دلکش اور شیریں آواز جس نے ایک طویل مدت تک جامعہ کے مکین ومکان اور درودیوار کو مسحور ومعطر کیا وہ اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی ہے۔

کیا برسوں جس نے دلوں پہ راج
ہو گئی ہے خاموش اب وہ آواز

سننے کو نہیں ملے گی پہلے کی طرح روز
رہے گا ہمیں اس کا تاعمر افسوس
ہے دعا سلام کی یہی صبح و شام
خداعطا کرے آپ کو فردوس میں اعلی مقام

(سلام لاجپوری)

استقامت

جن پرندوں کے پر نہیں ہوتے
ان کے پیڑوں پہ گھر نہیں ہوتے
لوگ ان کو پہاڑ کہتے ہیں
جو ادھر سے ادھر نہیں ہوتے

ایک طویل مدت تک کسی جامعہ میں استقامت کے ساتھ تدریسی خدمت انجام دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ عمل کسی کرامت سے کم نہیں ہے، علماء حضرات اس راہ کے نشیب وفراز اوراس کی نزاکتوں سے خوب واقف ہے، یقیناً آپ کا بھی اس طویل سفر میں سرد وگرم حالات سے واسطہ پڑا ہوگا ،مگر آپ کا مسلک یہ رہا کہ ؂

زمانہ معترف ہے ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا

راہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

وفا

اے جامعہ کبھی تجھ سے ہم خفا نہ ہوں گے
تو دیکھنا مر کے بھی تیری مٹی سے ہم جدا نہ ہوں گے

(سلام لاجپوری)

فارسیان کہتے ہیں کہ ''یک در گیر محکم گیر،، یعنی ایک دروازہ پکڑ اور مضبوطی سے پکڑ پر جو لوگ کاربند رہتے ہیں وہ برکتیں بھی ویسی ہی پاتے ہیں، ان کے لئے غیب سے مدد کے ایسے سامان ہوتے ہیں کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، حضرتؒ بھی ''یک در گیر محکم گیر،، کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، آپ نے پہلا قدم ڈابھیل میں رکھا پھر اسی کے ہو کر رہ گئے، آپ کو ہند و بیرون ہند کے دیگر بڑے اور مشہور دینی ادارے سے تدریس کی اچھے مشاہرے پر پیشکش ہوئی آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

تھی نیت بڑے ذوق و شوق سے جائیں گے
مر کے اے خاک ڈابھیل تری ہی کوکھ میں جائیں گے

(سلام لاجپوری)

ڈابھیل کی سرزمین سے ایسی وفا کی کہ اپنی آخری آرام گاہ بھی وہیں بنائی۔

اے سر زمین ڈابھیل ترا دل توڑ کر کہیں نہیں گئے
ہم بعد از مرگ بھی تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں گئے
جو دلوں کو فتح کر لے ہے وہی فاتح زمانہ
وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے ہے وہی فاتح زمانہ

حضرتؒ نے طلباء اور علاقے والوں کے دلوں میں ایک خاص مقام بنایا تھا اس کا ایک ثبوت آپ کے جنازے میں لوگوں کا ہجوم تھا، ایک بہت بڑی تعداد نے آپ کے جنازے میں شرکت کی تھی۔

شہرت تو جنازے کے دن پتہ چلے گی
دولت تو یہاں ہر کوئی کما لیتا ہے
موت ہو تو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے
زندگی ایسی جیو کہ دوسروں کو رشک ہو
موت ہو تو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

حضرت نے زندگی بھی قابل رشک بسر کی اور موت بھی ایسی پائی کہ لوگ دیر تک آپ کو یاد کرتے رہیں گے۔

ابھی نہ جانے اور کتنی زبانوں سے بیاں ہوں گے
آپ کی رحلت پر اخیر میں بس یہی کہوں گا کہ۔

چلے تو گئے ہو مگر پکار رہی ہے ہر صدا آپ کو
ابھی نہ جانے کتنی زبانوں سے تم بیاں ہوں گے

جوہری ہی جوہر کی قدر کرنا جانتا ہے

حضرتؒ استقامت کے ساتھ ایک ہی مقام پر رہتے ہوئے خدمت قرآن کرنے میں اس لئے بھی کامیاب ہوئے کہ جن کے دور اہتمام میں آپ نے جامعہ میں خدمت شروع کی وہ تھے حضرت مولانا محمد سعید صاحب سملکی نوراللہ مرقدہ بعدہ فی الحال جو مہتمم ہے حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب دامت برکاتہم العالیہ دونوں حضرات نے حضرتؒ کے علمی جوہر اور اس گراں قدر گوہر کو سمجھا کہ اللہ تعالی نے ان کو کن کمالات اور خوبیوں سے سرفراز فرمایا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے دونوں حضرات نے کچھ معاملات میں حضرت قاری صاحبؒ کو کچھ آسانیاں بھی فراہم کیں مثلاً میں جس وقت جامعہ میں متعلم تھا میں نے دیکھا کہ حضرت قاری صاحبؒ بقرعید کی تعطیلات میں اپنے وطن بہار تشریف لیجاتے تھے اور مدرسہ کی چھٹی ختم ہوجاتی اس کے کئی دنوں بعد تشریف لاتے تھے اور یہ بات میں نے اپنے ساڑھے چار سالہ دور تعلیم میں ہر سال دیکھی ہے، ساتھ یہ بھی دیکھا کہ حضرت قاری صاحبؒ بھی مدرسہ کے اوقات کے علاوہ خارجی اوقات میں بھی اپنا تدریسی مشغلہ جاری رکھے ہوئے ہوتے تھے، نیز انہیں بڑی حد تک آزادانہ طور پر جیسے وہ مناسب سمجھتے تھے قرآن کریم کی خدمت کا موقع فراہم کیا گیا، یہ چیز بہت کم ادارے اور بہت کم ذمہ داران

میں دیکھنے میں آتی ہے، یہی معاملہ دونوں مہتمم صاحبان نے جامعہ کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا اکرام علی صاحبؒ کے ساتھ بھی روا رکھا تھا جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اہل گجرات پر مرحوم کا احسان عظیم

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

(جگر مرادآبادی)

سرزمین گجرات میں آج جو تجوید کی باغ و بہار نظر آتی ہے وہ بطور خاص دو بزرگوں حضرت قاری احمد اللہ صاحبؒ اور حضرت قاری انیس صاحبؒ سابق مدرس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر اور ان کے تلامذہ کا فیض ہے، اللہ تعالی اس سلسلہ کو تا قیامت بعافیت جاری وساری رکھے۔

صدقۂ جاریہ

حضرت قاری صاحبؒ نے صدقہ جاریہ کے طور پر کئی ہزار تلامذہ اور کئی کتب مفیدہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ چھوڑی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ۔ جب تک عطا کرنے والا خدا کسی کو کوئی مرتبہ ُصلاحیت اور عزت

عطا نہ کرے کسی شخص کے بازو کی طاقت سے وہ رتبہ یا وہ صلاحیت اور وہ عزت حاصل نہیں ہوتی ہے اس میں اللہ تعالی کی مدد اور اس کی ودیعت کردہ صلاحیت کا ہی عمل دخل ہے ۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی آپ کی تمامی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، آپ کے فیض کو دنیا میں خوب عام و تام فرمائے، آپ کے تلامذہ کو تادم حیات آپ کے مشن پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے۔ آمین

احقر کے یہ کچھ دلی جذبات تھے
جو آپ سے ساجھا کر دیئے
پڑھ کر آپ یہی کہیں گے
تو نے زخم ہمارے پھر تازہ کر دیئے
دعا میں حضرت کو سدا یاد رکھنا
اور یاد ان کی ہر بات رکھنا
بندہ بھی دعا کا محتاج ہے
دعا میں اپنی اسے بھی یاد رکھنا

بعد از خطبہ

یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب

قال الله تعالی وقل رب زدنی علما. وقد ورد فی الحدیث عن ابن عباسؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین (ترمذی شریف)

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا
کسی کو مال و سیم و زر ہمیں علم و ہنر بخشا
اس پر مر مٹیں گے ہم گھلا دیں گے بدن اپنا
سیاحت کا جسے ہو شوق پھرتا ہے وہ شہروں میں
کتب بینی ہے سیر اپنی کتابیں ہیں چمن اپنا
ہمارا شغل ہے شب و روز تعلیم و تعلم کا
نہیں بنتے ہیں فتنہ راہ میں فرزند و زن اپنا
ہمارا علم سے ہے عشق وہ لیلی ہے ہم مجنوں
اسی پر ہیں فدا مغز و دل و چشم و دہن اپنا

فضائل علم

عزیز طلباء! آج کی اس مجلس میں چند متفرق باتیں آپ کے ساتھ سا جھا کرنا ہے، آپ سب جامعہ ہذا میں دین کی تعلیم حاصل کرنے آئے ہیں، دین میں علم حاصل کرنے کی خوب ترغیب بیان کی گئی ہے اوراس کے بیشمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، علامہ آلوسیؒ ''وقل رب زدنی علما ''، کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، نیز علم کی زیادتی کی دعا کی مطلوبیت (بھی) ثابت ہوجاتی ہے، نیز لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوعلم کی زیادتی کے علاوہ کسی اور چیز کی زیادتی کی دعا کا حکم نہیں دیا گیا اوراس کے ثبوت میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انفعنی بما علمتنی وعلمتنی بما ینفعنی وزدنی علما الحمدللہ علی کل حال (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! مجھے نفع عطا فرمایئے ان علوم سے جو آپ نے مجھے سکھائے، اور سکھا دیجئے ایسے علوم جو نافع ہو مجھ کواور میرے علم کو زیادتی نصیب فرمایئے، تمام تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے ہر حال میں۔

جلیل القدر صحابی ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آپ یہ دعا کیا کرتے

تھے ”**اللھم زدنی ایمانا وفقھا ویقینا وعلما**“

ترجمہ۔اے اللہ! میرے ایمان و فقہ میں اور یقین وعلم میں زیادتی فرما، علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ ”**وما ھذا الا لزیادتی فضل العلم**“، یعنی یہ سب علم کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔

عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

العلم فیہ حیات القلوب کما

تحیي البلاد اذا ما مستھا المطر

مفہوم۔یہ علم ایسی نورانیت رکھتا ہے کہ قلوب کی حیات کا ذریعہ ہو جاتا ہے، اور جہل کی تاریکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح چاندرات کی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دیتا ہے، اور ایسی زندگی بخشتا ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سبزہ زار بنا دیتی ہے۔

مقولہ

حضرت امام ابو یوسفؒ کا مقولہ ہے ”**العلم عز لا ذل فیہ یحصل بذل لا عز فیہ**“

مفہوم۔علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا نشان نہیں، مگر ایسی ذلت سے حاصل ہوتا ہے جس میں عزت کا نشان نہیں، غلامی محض کرنی پڑتی ہے، اساتذہ کے آگے جھکنا پڑتا ہے، اساتذہ کی کڑوی کسیلی باتیں سننی اور برداشت پڑتی ہے تب

جا کر علم کے چار حروف آتے ہیں۔

حسن السوال نصف العلم

علم کے حصول میں شرم نہیں کرنی چاہئے، ذہن میں جو بھی سوالات پیدا ہو استاذ سے پوچھ لینا چاہئے، طالب علم تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے ذہن میں سوالات کا انبار ہو، ہمارے ذہن میں تو کبھی کوئی سوال پیدا ہوتا ہی نہیں، پتہ ہے کیوں؟ ہم ضابطہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، مدرسہ والوں نے تعلیمی اوقات مقرر کردیئے ہیں اب خواہی نہ خواہی اس میں حاضری تو دینی ہوگی ورنہ مدرسہ سے اخراج ہوجائے گا، اب ہوتا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جسم تو درس گاہ میں حاضر ہوتا ہے مگر دل دماغ کہیں اور سیر کررہے ہوتے ہیں، علامہ اقبال کا شعر ہے کہ ؎

غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

تو وہی یہاں بھی فٹ ہوگا، اگر ہم درس گاہ میں آنے سے پہلے جو سبق ہونے والا ہے اس کا مطالعہ کرکے آئیں گے اور سبق کو غور سے سنیں گے تو ذہن میں سوالات پیدا ہوسکتے ہیں ورنہ نہیں، حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے "ہر درویشے کہ چوں وچرا کند وہر طالب علمے کہ چوں وچرا نہ کند ہر دو را در چراگاہ باید فرستاد"، جو مرید شیخ کے سامنے یہ ایسا کیوں فلاں ویسا کیوں کرتا رہے اور جو طالب علم کہ سوالات (ہی) نہ کرے استاد سے دونوں کو مجلس سے بھگا دینا یا کہہ لیجئے

کہ اٹھا دینا چاہئے، حضرت ابن عباسؓ کا ملفوظ ہے فرمایا کہ ''حسن السوال نصف العلم،، اچھا سوال آدھا علم ہوتا ہے، تو سوال برائے سوال نہ ہو بلکہ سوال میں جان ہو کوئی لوجیک ہو، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب دو پہلوان اکھاڑے میں بھڑتے ہیں تو نئے نئے داؤ پیچ وجود میں آتے ہیں، اسی طرح جب اچھے سوالات ہوتے ہیں تو علم کی نئی نئی باریکیاں سامنے آتی ہے، یہی حضرت ابن عباسؓ جن کو امت کا مفسر قرآن کا لقب حاصل ہے وہ اپنے تعلق سے فرماتے ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ اتنا بڑا علم آپ کو کیسے حاصل ہوا؟ تو فرمایا ''بلسان سئول وقلب عقول ،، سوال کرنے والی زبان اور عقلمند قلب کے ذریعہ حاصل ہوا، میں نے سوال کرنے میں کبھی عار نہیں کیا اگر مسئلہ معلوم نہیں ہوا تو اپنے چھوٹوں سے سوال کرلیا، ہم تو تھوڑا بہت برائے نام علم آگیا تو اب اپنے آپ کو رازی اور غزالی سے کم درجہ نہیں سمجھتے، اور پھر اپنے اساتذہ سے پوچھنے میں بھی عار محسوس کرتے ہیں اور اپنی ذلت سمجھتے ہیں، تو سوال کرنے میں شرم نہیں کرنا چاہئے، خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ فرماتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دو چیزوں میں شرم سے کام نہیں چلتا ایک حصول علم میں دوسرا ناچ میں، امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں ایک باب قائم کیا ہے ''باب الحیاء فی العلم، ، اس کے تحت حضرت الامام نقل کرتے ہیں کہ ''وقال مجاھد لا یتعلم العلم مستحی ولا مستکبر ،، امام مجاھد کا

قول نقل کیا ہے کہ دو آدمیوں کو علم نہیں آسکتا ایک شرم کرنے والا اور دوسرا تکبر کرنے والا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کو خنزیر کے بارے میں تحقیق کرنی تھی، لوگوں نے کہا کہ یہ تو بھنگیوں سے معلوم ہوسکتا ہے، وہی خنزیر پالتے ہیں، انہیں کو زیادہ معلوم ہوگا، حضرت کے گھر جو بھنگی آتا تھا ایک دن اس سے پوچھا کہ خنزیر کے بارے میں اس بات میں تمہاری کیا تحقیق ہے، کیا علم ہے؟ اس نے اصلیت بتائی کہ یہ صورت ہوتی ہے اس دن کے بعد سے جب سے وہ بھنگی آتا تو حضرت اس کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اس سے مجھے ایک علم حاصل ہوا ہے۔

طالب علم کی تعریف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ملفوظ ہے فرمایا کہ طلب علم نام ہے ایک نہ مٹنے والی پیاس کا۔

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کا ملفوظ ہے فرمایا کہ طالب علم کی تعریف یہ ہے کہ جس کے دماغ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ چکر کاٹ رہا ہو۔

نامی کوئی بے مشقت نہیں ہوا

کسی بھی فیلڈ میں کامیابی کی اولین شرط ہے محنت، تو آپ کو صحیح معنی میں علم حاصل کرنا ہے تو محنت کیجئے، اور خوب محنت کیجئے، کوئی محنت کرے نہ کرے ہمیں محنت کرنا ہے، اور یاد رکھئے یہی وقت آپ کے کچھ بننے اور محنت کرنے کا ہے اگر

ابھی آپ نے محنت نہیں کی تو اس چہار دیواری سے نکلنے کے بعد خون کے آنسوؤں رونا پڑے گا مگر ''اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت ،، شاعر کہتا ہے ؎

نامی کوئی بے مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

مولانا الطاف حسین حالی کے ایک کلام کا کچھ حصہ آپ کی خدمت میں رکھتا ہوں، وہ لکھتے ہیں ؎

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ
اسی میں ہے عزت خبردار رہنا
بڑا دکھ ہے دنیا میں بیکار رہنا
زمانے میں عزت حکومت یہی ہے
بڑی سب سے دنیا میں دولت یہی ہے
ہری کھتیاں جو نظر آ رہی ہیں
ہمیں شان محنت کی دکھلا رہی ہے
جو محنت نہ ہوتی تجارت نہ ہوتی
کسی قوم کی شان و شوکت نہ ہوتی
ہمارا تمہارا سہارا یہی ہے

اندھیرے گھروں کا اجالا یہی ہے
جو ہاتھوں سے اپنے کمایا وہ اچھا
جو ہو اپنی محنت کا پیسہ وہ اچھا
مری جان غافل نہ محنت سے رہنا
اگر چاہتے ہو فراغت سے رہنا

ہمارے اکابر نے بھی محنتیں کیں اور مطالعہ کتب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تب جا کرانہوں نے بلند علمی مقام حاصل کیا۔

(۱) حضرت شیخ اجمیریؒ کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کھانا پکاتے ہوئے ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی اور دوسرے ہاتھ سے کھانا پکاتے (ذکر صالحین)

(۲) علامہ انور شاہ کشمیریؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو لسان الغیب فرمایا کرتے تھے، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ کتب بینی اور مطالعہ کا شغف بہت زیادہ تھا خود بھی کبھی کبھی فرماتے تھے کہ کیا کام کروں میں تو کتابوں کا کیڑا بن کر رہ گیا ہوں (علمائے حق ص ۶۵)

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اپنے والد کے حوالے سے فرماتے تھے کہ جو طالب علم ایک روز مطالعہ نہ کرے اس سے چالیس (۴۰) روز کی قوت مطالعہ کم ہو جاتی ہے۔

علمی اعتبار سے مشاہیر امت میں تین قسم کے افراد گذرے ہیں، آپ کا مزاج

جیسا ہوگا آپ کو ویسا مواد مل جائے گا،آپ کو جن سے مناسبت ہو جائے ان کو پڑھے اور خوب پڑھے۔

(۱) بعض ایسے ہیں کہ حقائق شرعیہ میں ان کا ذہن طول وعرض میں چلتا ہے جیسے امام رازیؒ کہ ہر مسئلے میں پھیلتے زیادہ ہیں۔

(۲) بعض ایسے ہیں کہ جن کا ذہن علو کی طرف زیادہ چلتا ہے جیسے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حقائق میں اس قدر بلند پرواز ہیں کہ اصحاب ذوق کو بھی ان کے مدرک تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۳) اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا ذہن عمق کی طرف زیادہ دوڑتا ہے جیسے امام ابو حنیفہؒ کے ہر مسئلہ کی تہہ اور اصلیت کا سراغ لگا لیتے ہیں، اور ایسی اصل قائم فرما دیتے ہیں کہ سینکڑوں تفریعات اس سے ممکن ہو جاتی ہے (ارواح ثلاثہ ص ۲۵۴)

بہترین ملفوظ

اب جو بات کرنے جارہا ہوں اس کو طالب علمانہ زندگی کا وظیفہ بنا لے، حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدی مرحوم سابق مدرس جامعہ حسینیہ راندیر فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شمس الدین صاحبؒ کے سامنے سبق میں ادب سے بیٹھنا ہوتا تھا، سبق روزانہ سنتے تھے ان کے پاس سبق پڑھتے پڑھتے ہی یاد ہو جاتا تھا، اور تاکید فرماتے تھے کہ روزانہ مطالعہ کرنا اور اسباق یاد کرنا فرض ہے، اور ہفتہ بھر کے اسباق یاد کرنا واجب ہے اور مہینے بھر کے اسباق یاد رکھنا مستحب

ہے (ذکر صالحین ج ۳ ص ۱۴۸)

دخیل نہیں ہونا چاہئے

ایک اہم بات یاد رکھئے، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے فرمایا کہ طالب علم کو مدرسہ میں داخل تو ہونا چاہئے دخیل نہیں ہونا چاہئے یعنی مدرسہ میں پڑھنے کے لئے داخلہ تو لے مگر مدرسہ کے امور میں دخیل نہ بنے کہ یہ کتاب فلاں استاذ کے پاس ہوتی تو اچھا ہوتا اور فلاں کتاب فلاں کے پاس نہ ہوتی تو اچھا ہوتا وغیرہ۔

شیطانی حربہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ مجھے طالب علمی کے زمانے میں بزرگی کا جوش ہوا اور ایک دن مغرب اور عشاء کے درمیان لمبی لمبی نفلیں پڑھنے لگا، والد صاحب تشریف لائے اور نماز کے دوران ہی ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور فرمایا کہ سبق یاد نہیں کیا جاتا؟ میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے میاں خود تو پڑھتے نہیں اور مجھے بھی نہیں پڑھنے دیتے، حضرت فرماتے تھے کہ یہ شیطان کی چال تھی جس کو میں اس وقت نہیں سمجھ سکا بعد میں سمجھا کہ یہ علم سے روکنے کے لئے شیطان کا ایک حربہ تھا اس لئے کہ جب نوافل پڑھنے کا دور آیا تو اس وقت طبیعت بوجھل ہونے لگی اور نفس بہانے تلاش کرنے لگا۔

گناہوں سے بچے

ترقی علم کے لئے گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے،قرآن کریم میں ہے''واتقوا الله ويعلمكم الله،،بہت مشہور قصہ ہے۔

شکوت الی وکیعی سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الٰہی
و نور الله لا یعطی لعاصی

امام شافعیؒ نے اپنے استاد حضرت وکیعؒ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی،حضرت الاستاذ نے جواباً فرمایا گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ علم دین اللہ تعالی کا نور ہےاورنورالٰہی معصیت میں مبتلا ہونے والوں کونہیں ملتا۔

ادب

علامہ انورشاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ پانچ برس کی عمر سے جب میں نے ہوش سنبھالا اورآج میری عمر ساٹھ برس کی ہے کسی دینی کتاب کو میں نے بے وضو ہاتھ نہیں لگایا،حضرت تھانویؒ آداب المعاشرت میں تحریر کرتے ہیں کہ آج کل کے طلبہ میں استادوں کا دب نہیں ہےاور جن استادوں کا ادب کرتے بھی ہیں وہ استادی کی وجہ سےنہیں کرتے بلکہ بزرگی اورشہرت کی وجہ سے ہے،اگر استادی کا ادب ہوتا تو جواستادمشہور بزرگ اور مقتدانہیں ہیں ان کا بھی ادب کیا جاتا کیونکہ استادی کا حق

توانہیں بھی حاصل ہے۔

شش خصال پیدا کیجئے

شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ نے پندنامہ میں دوشعر میں چھ چیزوں کو حصول علم کے لئے لازم قرار دیا ہے، فرماتے ہیں

علم را ہرگز نیابی تا نداری شش خصال
حرص کوتاہ فہم کامل جمع خاطر کل حال
خدمت استاد باید ہم سبق خوانی مدام
لفظ را تحقیق خوانی تا شوی مرد کمال

ترجمہ۔ تمہیں علم اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک تمہارے اندر چھ باتیں نہ آجائیں، دولت کی حرص کا نہ ہونا، کامل سمجھ ہونا، ذہن کا ہر طرف سے یکسو ہونا، استاد کی خدمت کرنا، پابندی سے سبق پڑھنا، ہر لفظ اور ہر مضمون کو تحقیق کے ساتھ پڑھنا تاکہ تم کامل انسان بن جاؤ۔

ان باتوں کو حرز جان بنالیں

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں طالب علم نہ کسی کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن یعنی اس کو کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

طلباء کو اپنے لباس اور وضع قطع کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔

کسی طالب علم کی شلوار ٹخنوں سے نیچے نہ رہیں۔

مدرسہ میں رہتے ہوئے اور گھر جا کر بھی ننگے سر نہ رہے۔

مسنون دعاؤں کا خوب اہتمام کرے۔

استاذ کے پاس بیٹھے ہواس وقت آستین نہ چڑھائے۔

سبق میں ہاتھ، پیر، دامن، گھڑی، بٹن سے نہ کھیلے۔

انگلیاں نہ چٹخائے، ناک کان دانت نہ کریدے۔

کاغذ وقلم وغیرہ سے فضول کوئی حرکت نہ کرے۔

کسی چیز سے ٹیک نہ لگائے تپائی وغیرہ کسی چیز پر ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے۔

ہاتھ پر ٹیک وسہارا لگا کر نہ بیٹھے۔

بغیر مجبوری کے نہ کھنکھارے۔

چھینکے تو منہ چھپائے، جمائی لے تو منہ نہ کھولے نہ آواز ہونے دیں۔

اور بائیں ہاتھ کی پشت سے ڈھانک لے۔

استاد کے سامنے پان تمبا کو وغیرہ نہ کھائے۔

کتاب کا ورق بھی آہستہ سے پلٹائے۔

استاد سے حسن ظن رکھے۔

استاد کی روک ٹوک کو برا نہ سمجھے۔

استاد کو پریشان کرنے کے لئے فضول سوال نہ کرے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے طلباء کے لئے پانچ نصیحتیں بیان فرمائی ہے جو دراصل علم کی پانچ منزلیں ہیں، فرمایا کہ

(۱) **السمیع**۔ پہلی چیز سننا ہے یعنی جب استاد کے پاس سبق کے لئے حاضر ہو تو استاد کی بات کو دھیان سے سنے اور ایسا دھیان پیدا کرے کہ سبق میں دل و دماغ و جسم حاضر ہوں، اور سننے کے لئے طریقہ یہ ہے کہ جس وقت استاد سبق سمجھائے یا سبق کی تقریر کرے اس وقت نگاہ استاد کی طرف ہو۔

(۲) **ثم الانصات**۔ دوسری چیز ہے خاموشی اختیار کرنا، علمی باتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سننا، خاموش رہنا، باتیں نہ کرنا، اور اشارے نہ کرنا اور سبق میں حرکت نہ کرے اور ہاتھ پیر اور کپڑے داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلے، حضرات صحابہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حضور کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ایسے ساکت و صامت رہتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔

(۳) **ثم الحفظ**۔ پھر تیسرے نمبر پر یاد رکھنا ہے یعنی جو باتیں استاد سے سنی جائیں تو وہ فوری طور پر فضا میں تحلیل نہ کردی جائیں بلکہ یاد رکھنی چاہئے، اور یاد رکھنے کے دو طریقے ہیں (۱) یہ کہ ذہن و حافظہ میں محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائیں حافظہ کو جتنا استعمال کیا جائے گا وہ اتنا ہی مضبوط اور قوی ہوگا (۲) صورت یہ ہے کہ سنی ہوئی باتیں ضبط تحریر میں لائی جائیں اور ان باتوں کو وقفہ وقفہ سے دیکھتا رہے تاکہ ذہن میں تازہ رہے، ایک صورت یاد رکھنے کی یہ بھی ہے کہ ایسی

باتیں جو زندگی میں برتنے کی ہیں ان کے مطالعے میں آنے یا سننے کے بعد اسی وقت سے ان پر عمل شروع کردیا جائے، اس سے بڑھ کر یاد رکھنے کا کوئی مؤثر طریقہ نہیں ہوسکتا مثلاً سونے، جاگنے وضو کرنے اور قرآن کریم وغیرہ پڑھنے کے بارے میں اسلامی آداب معلوم ہوں تو بلاتوقف ان پر عمل شروع کردیا جائے اس سے علم بھی تازہ رہتا ہے اور عمل میں بھی شادابی رہتی ہے۔

(۴) **ثم العمل** ۔ چوتھی چیز عمل ہے یعنی دینی باتوں کو سننے کے بعد ان پر عمل ضروری ہے، حضرت امام رفاعیؒ فرماتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ تم علم کی چاشنی کو لے لو اور عمل کی تلخی کو چھوڑ دو۔

(۵) **ثم النشر** ۔ پھر علم پھیلانا ہے یعنی مسلمانوں کا کام صرف ''صلاح،، نہیں ہے کہ اپنے کو سدھار لے بلکہ علم حاصل کرنے کے بعد اس کی ذمہ داری علم کے پھیلانے کی اور اصلاح کی بھی ہے، تو علم کو پھیلانے اور نشر کرنے کی کوشش کونی چاہئے (باتیں ان کی یاد رہیں گی ص ۳۵)

اخیر میں مزید دو تین کام کی باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، امتحان تو آپ ہر سال دیتے ہی ہوں گے اور دیتے رہنا بھی ہے، تو امتحان میں کامیابی کا ایک عمل ذکر کرتا ہوں، بزرگوں کا تجربہ ہے کہ امتحان گاہ میں داخل ہونے سے پہلے جو سات مرتبہ ''**سلام قولا من رب رحیم**،، پڑھ لے، اللہ تعالی کی مدد آئے گی (از۔ مفتی سحبان محمود)

مولوی سے تین کام نہیں چھوٹتے

حضرت مفتی سحبان محمود صاحب فرماتے تھے کہ مولوی سے تین کام نہیں چھوٹتے (۱) نکاح (۲) قبول دعوت (۳) قیلولہ ان میں آخری چیز پر ہو سکے تو پابندی کرنا اس سے رات کتاب کے مطالعے میں اور نماز تہجد میں مدد ملے گی۔

اور مولوی تین کاموں پر قادر نہیں (۱) تلاوت قرآن پاک (۲) حسن خط (۳) اور فرمایا کہ تیسری چیز میں بھول گیا، تو کوشش کرے کہ تلاوت قرآن کے بغیر کوئی دن نہ گذرے اور حسن خط کے لئے مشق کرتے رہے۔

اور تین کام عام مسلمان مولوی کے لئے سمجھتے ہیں (۱) تعبیر خواب (۲) تعویذ (۳) تقریر و خطابت (ماہنامہ وفاق المدارس صفر ۱۴۳۰ھ)

اب اس سے کیسے نمٹنا ہے آپ خود فیصلہ کیجئے۔

مئولف کی دیگر تالیفات

(۱)منتخب تقاریر۔جلداول (مطبوعہ)

(۲)مجالس خطیب الامت۔اول ودوم (مطبوعہ)

(۳)لطائف سورۂ یوسف۔اول ودوم (مطبوعہ)

(۴)ملفوظات خطیب الامت۔جلداول (مطبوعہ)

(۵)ارشادات خطیب الامت۔جلداول (مطبوعہ)

(۶)بچوں کے لئے احکام ومسائل (مطبوعہ)

(۷)مختصرتذکرہ وتعارف،حضرت مولانا یعقوب اشرف راندیریؒ (مطبوعہ)

(۸)گلدستۂ سعید (مطبوعہ)

(۹)حمدونعت کا گلدستہ (مطبوعہ)

(۱۰)میرے محسنین (مطبوعہ)

(۱۱)مدرسہ اسلامیہ لاجپور کے دس اساتذہ کا ذکرخیر (مطبوعہ)

(۱۲)میرے والدمرحوم کا کچھ ذکرخیر (غیرمطبوعہ)

(۱۳)شخصیات (منظوم) (غیرمطبوعہ)

(۱۴)مطالعہ کی میز سے (غیرمطبوعہ)